ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور (پاکستان)

نگران اعلیٰ
مولانا مفتی محمود

بڑی سیاسی جماعتوں کی

شرکت کے بغیر انتخابات محض ڈھونگ ہونگے

اسلامی نظام میں قانون عام

۵ تا ۱۱ اکتوبر ۷۹ء

شمارہ ۳۹

اٹھو اب تو للہ آپس میں ملکر

مخالف تمہارے مٹانے کے درپے — تم آپس میں لڑنے لڑانے کے درپے

اُمڈتا چلا آرہا ہے سحابا — ہے طوفان الحاد لادینیت کا

یہ طوفان تم نے نہ جرأت سے روکا — چلیگا پھر الحاد کا خوب دھوکا

نہیں اب مناسب فروعات بازی — ہے مجروح اسلام کا اسپ تازی

کہیں مغربیت کا ہے شور و غوغا — کہیں فتنۂ اشتراکی ہے برپا

نہ دیکھو تماشا تماشائی بنکر — اُٹھو تم دین محکم کے داعی بنکر

گھروں سے اُٹھو اور چلو گاؤں گاؤں — مٹے اشتراکی یہ سب کاؤں کاؤں

ہے یہ مملکت سب تمہارا ہی صدقہ — مشائخ کی علماء کی محنت کا ثمرہ

ہوئے متحد تم، بنی مملکت تھی — ہوئے منتشر پھر تو بگڑی ہے بنتی

تمہاری ہی بیشک یہ قربانیاں ہیں — کہ ہم نے بھی دیکھیں کچھ آزادیاں ہیں

تمہیں نے تو اس مملکت کا یہ نقشا — تھا اسلام کے نام ہی پر بنایا

تمہیں متحد ہو کے دکھلاؤ یاں پر — پھر اسلام کا وہی پر جوش منظر

یہاں مادیت کا غلبہ رہا ہے — اور اسلام نے جور بے جا سہا ہے

یہی جور بے جا رہیگا یوں ہی جاری — رہی تفرقہ بازی گر یوں تمہاری

گر اس مملکت میں نہ اسلام آیا — خراب ہوگا انجام بیحد ہی اسکا

یہاں قوم کے بنکے اُٹھتے ہیں رہبر — جو لادینیت کا مجسم ہیں پیکر

سمجھتے نہیں ہیں جو اسلامیت کو — سمجھتے ہیں اسلام لادینیت کو

جو لادینیت کی رہی یوں ہی حالت — تمہاری پکڑ ہوگی روز قیامت

اُٹھو اب تو اللہ کا نام لیکر
اُٹھو اب تو للہ آپس میں مل کر

یونس بدایونی ڈیرہ اسمٰعیل خان

هفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۲۲ | شمارہ نمبر ۳۹

جمعتہ المبارک ۱۲ تا ۱۸ ر ذیقعد ۹۹ھ

— سرپرست —
مولانا عبید اللہ انور

— مدیر —
اکرام القادری

— مدیر معاون —
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ
۶۵ — روپے
ششماہی
۳۳ — روپے
سہ ماہی — ۱۷ روپے
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

یکے از مطبوعات
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

خط وکتابت : ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور

اُمیدیں اور خطرات

سیاسی جماعتوں کی مخالفت کے باوجود مارشل لاء حکومت نے بلدیاتی انتخابات میں کامیاب ہونے والوں کو جس قسم کے اختیارات کا لالچ دیا تھا اس کا منطقی تقاضا یہی تھا کہ اس قماش کے لوگ ان انتخابات میں حصہ لیتے اور ہر قسم کی دھونس و دھاندلی کی بنیاد پر کامیاب ہوتے بلدیاتی انتخابات میں ذات برادری کے گڑھے مردے اکھاڑے گئے فرقہ وارانہ جذبات کو مشتعل کیا گیا ناجائز ذرائع سے جمع کردہ دولت بے دریغ لٹائی گئی اور جہاں یہ تمام حربے بھی کام نہ دے سکے وہاں دھونس اور دھاندلی کو کام میں لایا گیا۔

اب صورت حال یہ ہے کہ محلہ محلہ بستی بستی اور گھر گھر میں لڑائی ہے پرانی رنجشیں ایک مرتبہ پھر عود کر آگئی ہیں ایک ہی بستی اور ایک ہی شہر کے رہنے والے افراد مختلف گروپوں میں تقسیم ہو گئے ہیں بیشتر مقامات پر ایک ہی برادری سے تعلق رکھنے والے افراد فرقہ اور پارٹی کی بنیاد پر ایک دوسرے کے مد مقابل آگئے ہیں جن کے نتیجہ میں بھائی سے بھائی اور باپ سے بیٹا لڑ رہا ہے۔

چیئرمین اور ڈسٹرکٹ کونسلوں میں نمائندگی کی بنیاد پر مزید کشت خون کے خدشات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس کی تیاریاں ہر گروہ ہر فریق اور ہر پارٹی کے غیر سیاسی افراد کر رہے ہیں۔ ہر طرف زور آزمائی کی بھرپور تیاریاں کی جا رہی ہیں ان تیاریوں میں ہاتھا پائی اور لپاڈگی سے آتشیں اسلحہ تک استعمال کرنے کے منصوبے زیر غور ہیں۔

حکومت نے مفروضہ اختیارات کا مسلسل پروپیگنڈہ کر کے بلدیاتی انتخابات میں اتنی چاشنی پیدا کر دی ہے کہ ہر فرد نے اسے اپنے لیے عزت و ذلت کا سوال بنا لیا ہے اس چاشنی میں یہ داعیہ بھی کارفرما ہے کہ مفروضہ اختیارات کے ذریعہ اپنے مخالف فریق کو نیچا دکھایا جائے گا خواہ وہ مخالفت فرقہ وارانہ نوعیت کی ہو پارٹی بازی کی وجہ سے ہو ذات برادری کی بنیاد پر ہو یا علاقے کی بنیاد پر۔

بظاہر اس قسم کے جذبات و احساسات لیکر جب دو فریق ایک دوسرے کے مد مقابل ہوں گے تو وہ کیا کچھ نہیں کریں گے اس قسم کے مقابلے میں کیا کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس یہ سوچ سکتا ہے کہ بلدیاتی انتخابات میں حصہ لینے والے اور بلدیاتی انتخابات میں کامیابی کے شادیانے بجانے والے ملک و قوم کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ اور انہوں نے اس خیال کے پیش نظر ان انتخابات

پبلشر مولانا عبید اللہ انور نے کاسمو پریس سے چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا

ہیں حصہ لیا ہے کہ ہمارے ملک کی تقدیر بدل جائے ہمارے ملک کے غریب عوام خوشحال ہو جائیں ہمارے ملک کے جاہل عوام زیور تعلیم سے آراستہ ہو جائیں اور ہم باوقار و ترقی یافتہ قوموں کی صف میں جگہ پانے کے قابل ہو جائیں ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ بلدیاتی انتخابات میں کامیاب ہونے والوں کی غالب اکثریت کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو صاف صاف اقرار کرنا ہو گا کہ بلدیاتی انتخابات میں کامیاب ہونے والے ملک و قوم کی بدنامی کا باعث تو ہو سکتے ہیں سرخروئی اور نیک نامی کا نہیں ان لوگوں سے خیر کی امید رکھنا جن کے اداروں کے محل کی خشت اوّل ہی کج رکھی گئی ہو مُردوں سے مرادیں مانگنے کے مترادف ہے شاید خود حکومت بھی یہی چاہتی تھی کہ اسی قسم کے بے ہنگم کھیپ تیار ہو جو اپنے ذاتی مفادات کی بنیاد پر حکومت کی ہاں میں ہاں ملانے کے لیے ہر وقت تیار ہو ہم حکومت کو اس کامیابی پر "مبارکباد" دیتے ہیں کہ بلدیاتی انتخابات میں کامیاب ہونے والے موجودہ ممبران کی صورت میں حکومت نے یہ گوہر مقصود حاصل کر لیا ہے - اب اس ہنڈی کو حکومت ہر اس مرحلہ میں بھنا سکتی ہے جب اسے اس کی ضرورت پیش آئے -

اس کے علاوہ یہ امر بھی کس قدر افسوسناک ہے کہ ملک کے طول و عرض میں بلدیاتی انتخابات میں مسلح تصادم ہوئے جس کے نتیجہ میں کشت و خون ہوا اور بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہو گئیں لیکن حکومت نے بڑے بے خبری اور اطمینان کے ساتھ اعلان کر دیا کہ بلدیاتی انتخابات امن و امان کے ساتھ ہو گئے سوائے اکا دکا واقعات کے اس وسیع پیمانے پر تصادم ہوں انسانی جانیں ضائع ہو جائیں اور حکومت انہیں اکا دکا واقعات قرار دے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حکومت یہ آس لگائے بیٹھی تھی کہ پورے ملک میں بڑے پیمانے پر خانہ جنگی ہو گی اور اسی طرح اپنے درپردہ مقاصد کو بروئے کار لانے کا موقع آسانی سے فراہم ہو جائے گا - اسی لیے حکومت نے بلدیاتی انتخابات میں روا رکھی جانے والی دھونس، دھاندلی اور قتل و غارت گری کو کوئی خاطر خواہ اہمیت نہیں دی -

کون نہیں جانتا کہ بلدیاتی انتخابات کے موقع پر حکومت نے فسادات اور تصادم کی روک تھام کے لیے کوئی انتظام نہیں کیا تھا کیفیت یہ تھی کہ پولنگ اسٹیشنوں پر ایک دو پولیس مینوں کے سوا اللہ اللہ خیر صلا کا عالم تھا - ایسے بھی مناظر دیکھنے میں آئے کہ انتخابی عملے اور پولیس کے اہل کاروں کو زدوکوب کیا گیا اور انہیں بچانے والا بھی کوئی نہیں تھا کیا اس کا نام ہے ایڈمنسٹریشن ؟

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جمعیتہ علماء پاکستان نے بھی اخباری اطلاعات کے مطابق رجسٹریشن کرائی ہے اور جماعت اسلامی نے بھی ان دونوں جماعتوں نے ایسا کرتب دکھایا ہے کہ قومی حلقے ششدر و حیران ہیں جماعت اسلامی ان دنوں عجیب و غریب الجھن میں مبتلا ہے پاکستان قومی اتحاد کی جنرل کونسل میں جو فیصلہ ہوتا ہے اس میں بھی برابر کی حصہ دار کونسل کے فیصلہ کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوتی کہ اس کی خلاف ورزی پر بھی مستعد تیار اگر جماعت اسلامی کو بھی دیگر دو تین جماعتوں کی طرح تنہا پرواز کا شوق ہے تو اس کا صاف اور سیدھا راستہ یہ ہے کہ قومی اتحاد کو مشکلات کا شکار کئے بغیر اپنے راستے پر بگٹٹ ہو جائے اسے کون روکتا ہے پچھلے دنوں اسی قسم کا موڑ آیا بھی تھا مگر جماعت اسلامی نے اپنی مخصوص حکمت عملی کے تحت قومی اتحاد سے وابستگی میں ہی عافیت سمجھی اس مرتبہ تو جماعت اسلامی نے رجسٹریشن کی درخواست کے ساتھ اپنی جماعت کے لیے علیحدہ انتخابی نشان کا مطالبہ کر کے ایسی ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے کہ باید و شاید - اب دیکھئے قومی اتحاد اس مرحلے پر کیا موقف اختیار کرتا ہے اور جدائی کی اسی گھڑی سے کیسے نبرد آزما ہوتا ہے -

رہا جمعیتہ علماء پاکستان کا معاملہ تو اس نے جس دن سے کوچہ سیاست میں قدم رکھا ہے - وہ اسی طرح کے گل کھلا رہی

بڑی سیاسی جماعتوں کی شرکت کے بغیر انتخابات محض ڈھونگ ہونگے

مفتی محمود

پاکستان قومی اتحاد کی مرکزی کونسل کے دو روزہ اجلاس کی قرارداد

پاکستان قومی اتحاد کی مرکزی کونسل نے سیاسی پارٹیوں کی رجسٹریشن کے قانون کو مسترد کر دیا ہے اور اتحاد میں شامل جماعتوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ الیکشن کمیشن سے رجسٹریشن نہ کرائیں۔ اتحاد کی مرکزی کونسل کے اجلاس میں متفقہ طور پر منظور کردہ قرارداد میں رجسٹریشن کو غیر جمہوری اور توہین آمیز قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ صدر مملکت نے اتحاد کے رہنماؤں کو اس سلسلہ میں جو یقین دہانیاں کرائی تھیں یہ ضابطہ اس کی کھلی خلاف ورزی ہے قرارداد میں متناسب نمائندگی کے سلسلہ میں اتحاد کی طرف سے پیش کردہ ترامیم منظور کرنے رجسٹریشن کی شرط کو فوری طور پر ختم کرنے، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے کاغذات نامزدگی داخل کرانے کی تاریخ بارہ اکتوبر تک بڑھانے، سیاسی سرگرمیوں پر سے فوری طور پہ پابندیاں ختم کرنے، ذرائع ابلاغ کو سیاسی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کی کردار کشی کے لیے استعمال نہ کرنے اور حکمرانوں کے قومی سیاست میں فریق بننے سے اجتناب برتنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

پاکستان قومی اتحاد کی کونسل کے اجلاس کی ہدایت پر تیار کردہ قرارداد جو آج اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود نے ایک پریس کانفرنس میں اخبارات کو جاری کی اس میں کہا گیا ہے کہ یہ مطالبات مان لینے سے ہی عوام میں اعتماد بحال ہوگا اور وہ سمجھیں گے کہ برسر اقتدار طبقہ انتقال اقتدار میں سنجیدہ ہے۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ ۱۷ نومبر کو انتخابات کرانے کی تاریخ قومی اتحاد نے عوام کو دی تھی اس نے حکومت میں شرکت کے وقت اصرار کرکے اس تاریخ کا تعین کرایا تھا اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ انتخابات کی تاریخ ملتوی کی جائے اس لیے ہم نے انتخابات میں حصہ لینے کی تیاریاں شروع کر دی ہیں اور اتحاد کا مرکزی پارلیمانی بورڈ امیدواروں کی فہرستوں کو آخری شکل دینے کے لیے مسلسل کام کر رہا ہے گا۔

قرارداد میں متناسب نمائندگی کے طریق انتخاب کے بارے میں قومی اتحاد کے موقف کا اعادہ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ آزاد امیدواروں اور علاقائی جماعتوں کے بارے میں اتحاد کی تجاویز منظور کئے بغیر اتحاد اسے قبول نہیں کر سکتا۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ قومی اتحاد اور اس میں شامل جماعتوں نے الیکشن کمیشن کی ہدایت کے مطابق اکاؤنٹنٹ جنرل کو اپنے حسابات کے گوشوارے صرف اس لیے بھیجے تھے تاکہ لوگ یہ تاثر نہ لیں کہ وہ جماعتیں اپنے حسابات چھپانا چاہتی ہیں یا بیرونی ذرائع سے انہیں مدد ملتی ہے۔ اتحاد کے اس اقدام کا مقصد انتخابات کو یقینی بنانا بھی تھا۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اتحاد کی مرکزی کونسل نے ہر ممکن طریقہ سے مفاہمت کی کوشش کی ہے اس کے برعکس صدر نے کوئٹہ میں رجسٹریشن کے بارے میں حکومت کے موقف کا اعادہ کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت سیاسی جماعتوں کو ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت انتخابات سے الگ رکھنا چاہتی ہے اور ملک میں سیاسی جماعتوں کو قومی سیاست سے بے دخل کرکے اپنی مرضی کے آزاد امیدواروں پر مشتمل ایک خانہ ساز اسمبلی قائم کرنا چاہتی ہے اور انتقال اقتدار کو ہر روز مشکل سے مشکل بنایا جا رہا ہے لیکن قومی اتحاد کی مرکزی کونسل خبردار کرتی ہے کہ عام انتخابات کے التواء کو قوم کسی صورت میں برداشت نہیں کرے گی۔

انہوں نے امید ظاہر کی کہ صدر مملکت نے حالیہ ملاقات میں متناسب نمائندگی اور رجسٹریشن کے ضابطہ میں جو ترامیم کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا جائے گا۔ ہم الیکشن اتھارٹی کو اپنے منشور اور دستور کی کاپیاں فراہم کرنے کو تیار ہیں اور اگر وہ کوئی وضاحت مانگے تو وہ بھی دینے کو تیار ہیں لیکن رجسٹریشن کے موجودہ قانون کو قبول نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ اگر بڑی بڑی سیاسی جماعتوں کے انتخابات میں حصہ لینے کے بغیر انتخابات کرائے گئے تو یہ ایک ڈھونگ ہوگا اور اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے بتایا کہ اتحاد میں شامل تمام سیاسی جماعتیں رجسٹریشن نہ کرانے پر متفق ہیں۔

جب ان سے پگارا لیگ کے رہنما حسن محمود کے حالیہ بیان کے بارے میں پوچھا گیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ پگاڑہ لیگ رجسٹریشن کرائے گی تو اس گروپ کے سیکرٹری جنرل ایس ایم ظفر نے وضاحت کی کہ مسلم لیگ پگارہ گروپ شروع سے رجسٹریشن کے خلاف ہے اور حسن محمود پارٹی کی پالیسی کے خلاف بیان نہیں دے سکتے۔

پریس کانفرنس میں جماعت اسلامی کے امیر میاں طفیل محمد بھی موجود تھے وہ گذشتہ روز جنرل کونسل کے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔

قرارداد پر آج بھی اتحاد کے مرکزی رہنماؤں کا مشورہ جاری رہا اور یہ ایک گھنٹہ دیر سے اخبارات کے لیے جاری کی گئی۔ مولانا مفتی محمود نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ اتحاد تمام سیٹوں پر اپنے امیدوار کھڑے کرے گا۔ مختلف جماعتوں نے اپنے امیدواروں کی فہرستیں پہلے سے مکمل کی ہوئی ہیں اب صرف ایک دوسرے سے مشورہ کرنا باقی ہے۔ اتحاد کی کونسل کے اجلاس میں منظور کردہ طویل قرارداد میں مختلف مسائل کے بارے میں اتحاد کے مؤقف کو دہرایا گیا ہے۔

بلدیاتی انتخابات کے سلسلہ میں قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اس میں منتخب ہونے والے بہت کم ووٹوں سے کامیاب ہوئے ہیں ایک طرف حکومت اس طریق انتخاب کی بجائے متناسب نمائندگی کا طریقہ رائج کر رہی ہے یہ اس کی دوعملی کا ثبوت ہے قرارداد میں کہا گیا ہے کہ بلدیاتی انتخابات کی مہم کے آخری دنوں میں صدر مملکت کی جہلم، کوہاٹ اور لاہور وغیرہ کی تقاریر سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنی ذاتی انتخابی مہم پر نکلے ہوئے ہیں۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ملک کی سیاسی جماعتوں کے بارے میں بالعموم اور اتحاد کی قیادت کے بارے میں بالخصوص جن توہین آمیز خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اور جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ ایک غیر جانبدار عبوری انتظامیہ کے سربراہ کے منصب اور مقام کے خلاف ہے۔ قومی اتحاد کی قیادت اور گزشتہ تحریک میں اس کے کردار پر تنقید کے ضمن میں قرارداد میں کہا گیا ہے کہ یہ تاریخی حقائق سے روگردانی کے مترادف ہے جس کی جسارت صدر مملکت ہی کر سکتے ہیں۔ حالانکہ پوری قوم جانتی ہے کہ آمریت کے طویل اور صبر آزما دور میں متحدہ جمہوری محاذ اور پاکستان قومی اتحاد نے انتہائی جرأت اور استقامت کا مظاہرہ کیا وہ اس وقت بھی عوام کی شانہ بشانہ جدوجہد جدوجہد میں مصروف تھے جب سول انتظامیہ پولیس، ایف ایس ایف اور دفاعی افواج کے سربراہ بھی مخالفت میں صف آرا ہو چکے تھے۔

قرارداد میں ملک کی سیاسی جماعتوں کی کردار کشی پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ مہم وہ انتظامیہ چلا رہی ہے جس نے ملک میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کا عہد کیا تھا۔

بقیہ: اداریہ

ہے جمعیۃ کی قیادت میں یہ حوصلہ ہی نہیں پایا گیا کہ وہ کسی قومی مسئلہ پر استحکام اور خود اعتمادی کا ثبوت دے شروع دن سے اس کا طرز عمل یہی چل رہا ہے کہ کہو کچھ اور کرو کچھ۔

تحریک استقلال کی طرح جمعیۃ علماء پاکستان نے بھی رجسٹریشن کرائی تھی اور کرائی مگر اس موقع پر جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر ذی وقار نے جو بیان اخبارات کی نذر فرمایا ہے وہ ایسا ہے کہ قومی حلقے ان کے لفظی شعبدہ کاری کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے بطور احتجاج اپنی جماعت کی رجسٹریشن کرائی ہے

اسے کہتے ہیں ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔

نیرنگی زمانہ دیکھئے کیسے کیسے نازک لوگ سیاست کے خار مغیلاں میں طبع آزمائی کرنے چلے آئے۔

رجسٹریشن کے قانون کی منسوخی کے بارے میں

مجھے صدر کا کوئی پیغام نہیں ملا: مفتی محمود

پی این اے رجسٹریشن نہ کرانے کے فیصلہ پر قائم ہے

پی این اے کے صدر مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ پارٹی کی کونسل کے کل رات کے فیصلہ کے مطابق پی این اے میں شامل کسی جماعت نے خود کو الیکشن کمیشن کے پاس رجسٹر نہیں کرایا آج یہاں پی این اے کی جنرل کونسل کے اجلاس کے بعد مولانا مفتی محمود نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ حکومت نے پولٹیکل پارٹیز ایکٹ میں ترمیم کے تحت سیاسی جماعتوں کی رجسٹریشن کی شرط واپس نہیں لی۔ اس لیے پی این اے اپنے فیصلہ پر قائم ہے کہ رجسٹریشن نہیں کرائی جائے گی۔ مفتی صاحب نے بتایا کہ کل رات صدر سے ٹیلی فون پر ان کی بات ہوئی تھی صدر نے انہیں یقین دلایا تھا کہ وہ اتوار کو ۱۲ بجے دوپہر تک انہیں حکومت کے فیصلہ سے آگاہ کریں گے کیونکہ اتوار کی صبح کو کابینہ کا اجلاس ہو رہا ہے۔

مفتی صاحب نے کہا کہ انہوں نے آج شام تک صدر کے پیغام کا انتظار کیا مگر کوئی پیغام نہیں آیا انہوں نے کل رات صدر سے کہا تھا کہ کاغذات نامزدگی داخل کرنے کی مدت میں کم از کم دس روز تک توسیع کی جائے انہوں نے بتایا کہ ہم اس مرحلہ پر یہ محسوس کر رہے ہیں کہ حکومت سیاسی جماعتوں کی رجسٹریشن کے متعلق اپنا فیصلہ تبدیل کرنے کو تیار نہیں ہے انہوں نے کہا کہ پی این اے ملک میں جمہوریت اور سیاسی عمل کی بحالی کی جدوجہد میں مصروف ہے غالباً حکومت ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لیے تیار نہیں ہے مفتی محمود نے قوم سے اپیل کی ہے کہ وہ رجسٹریشن کے مسئلہ پر پی این اے کے منصفانہ موقف کی حمایت کرے۔

زاہد بلند شہری

اقتدار عوام کی مقدس امانت ہے

جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے والے

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے کوہاٹ میں عمائدین شہر سے خطاب کرتے ہوئے سیاسی پارٹیوں کے متعلق جو کچھ کہا وہ سیاسی لیڈروں کے لیے نیا نہیں ہے ہر وہ آدمی جو غیر جمہوری طریقے سے برسر اقتدار آتا ہے کم وبیش اسی انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور اس کا کل مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اقتدار کو وقت کی اہم ضرورت کے طور پر پیش کرے۔

یہی وطیرہ جنرل موصوف اپنا رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ سیاسی لیڈر عوام کو سبز باغ دکھا کر ورغلاتے ہیں اور اقتدار میں آنے کے بعد بھول جاتے ہیں عوام کے مسائل حل نہیں کرتے نیز یہ کہ سیاسی لیڈر مفاد پرست ہوتے ہیں۔ جنرل صاحب نے مزید کہا کہ آئندہ انتخابات میں صرف اسلامی سوچ رکھنے والے لوگوں کو منتخب کیا جاوے۔

مذکورہ تقریر کے اقتباسات سن کر ہر شخص کو یقیناً حیرت ہوگی کہ ایک طرف جنرل صاحب سیاسی لیڈروں کو مفاد پرست دھوکا باز اور نہ جانے کیا کیا نام دے رہے دوسری طرف اس بات کی بھی توقع رکھتے ہیں کہ نیک اور اسلامی سوچ رکھنے والے لوگوں کو منتخب کیا جائے۔

صدر موصوف خود بتائیں کہ نیک اور اسلامی سوچ رکھنے والے نمائندے کہاں سے آئیں گے ظاہر بات ہے کہ یہ لوگ سیاسی جماعتیں ہی مہیا کریں گی۔

حیرت ہے کہ جنرل صاحب مفاد پرست اور سبز باغ دکھانے والی جماعتوں سے یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ وہ اسلامی ذہن رکھنے والے امیدوار مہیا کریں۔ آگے چل کر موصوف فرماتے ہیں کہ:۔

"ہو سکتا ہے کہ مجھے بھی سیاسی میدان میں بطور امیدوار آنا پڑے"

یہ کہہ کر فوراً ہی اس بات کی تردید کر دی کہ ان کا میدان سیاست میں آنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ اقتدار میں آنے کے بعد کسی کا بھی جی نہیں چاہتا کہ وہ اس "فردوس بریں" سے واپس جائے سکندر مرزا ایوب خان، یحییٰ خان اور ذوالفقار علی بھٹو اس کی نادر مثالیں ہیں۔ اس کے باوجود کہ عوام پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھتے مگر پھر بھی اقتدار کے نشے میں چور دنیا ومافیہا سے بے خبر اس "جنت ارضی" میں اٹھکیلیاں کرتے پھرتے ہیں اور ایسا آدمی جو اپنی عمر کا بیشتر حصہ ایسے ادارے میں گزارے جہاں وقت اور حکم کی پابندی زندگی وموت کا مسئلہ ہوتی ہے کبھی نہیں چاہے گا کہ نظام الاوقات کی قید سے آزاد ان خارزاروں میں تختہ مشق بنتا پھرے۔

جنرل صاحب!

خدارا ماضی سے سبق حاصل کیجئے۔ بھٹو ایسا ظالم اور آمر شخص عوام کی ایمانی اور متحدہ قوت کے سامنے بے بس ہو سکتا ہے تو حضور آپ ؟

آپ تو ان حالات سے بہت دور ہیں عوام ملک میں نمائندہ حکومت چاہتے ہیں ایسی حکومت جو ان کے مسائل حل کر سکے۔

ملک میں جمہوری عمل کا فقدان ہے۔ غیر ممالک سے تجارت ولین دین صفر ہے۔ مغربی ممالک دھمکیاں دے رہے ہیں۔ یورپین ممالک کے دباؤ میں آکر نام نہاد عالمی بنک مزید امداد دینے سے گریز کر رہا ہے ادائیگیوں کا توازن انتہائی حد تک بگڑ چکا ہے۔ امریکہ کھلم کھلا اوچھے ہتھکنڈوں پہ اتر آیا ہے۔

یہ سب کچھ ملک میں جمہوری حکومت کے فقدان کی وجہ سے ہے بلدیاتی انتخابات پر قوم کے خون پسینے کی کمائی برباد کرنے سے آپ کو کیا مل گیا!

آپ مزید کیا کرنا چاہتے ہیں؟

اپنے پیشرو کا کردار ادا نہ کیجئے۔ اس کا بڑا ہی بھیانک انجام ہمارے سامنے ہے۔

پاکستان کو حقیقی معنوں میں تحفظ دیجئے۔

مغرب کا عفریت ہمیں ہڑپ ہی کیا چاہتا ہے۔

جو بیرونی قوتیں پاکستان کو بے یار ومددگار کر کے اپنی لوٹ کھسوٹ جاری رکھنا چاہتی ہیں

جنرل صاحب!

ہم ایک بار پھر اپیل کرتے ہیں کہ اقتدار قوم کے نمائندوں کے ہاتھ میں دے کر اپنا فرض منصبی ادا کریں۔

فوج اور اقتدار علیحدہ علیحدہ چیزوں کے نام ہیں اور اگر یہ دونوں غلط ملط ہو جائیں تو پھر ملکی سرحدیں غیر محفوظ ہو جاتی ہیں اور اس کا آخر کار نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمسائے اپنا مذموم مقصد پورا کرنے کی سعی شروع کر دیتے ہیں۔

صدر محترم! اپنی پہلی تقریر کے الفاظ

یا دیکھیے کہ آپ زیادہ دیر اقتدار میں نہیں رہنا چاہتے اور اب اپنے قول کے برعکس باقاعدہ انتخابات میں حصہ لینے کے بارے میں منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ بلدیاتی انتخابات میں کامیاب ہونے والوں کو ریفرنڈم کے لیے استعمال کیا جاوے اور پھر ظاہر ہے کہ تمام کونسلر اپنے اختیارات کے نشے کو استحکام بخشنے کے لیے جنرل صاحب کو تاحیات یا معینہ مدت کے لیے صدر منتخب کر لیں۔ یوں سیاسی جماعتوں کا وجود ختم کرنے کے لیے راہ ہموار ہو جائے گی کہ

”نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری“

جنرل صاحب سے ایسی امید تو نہ تھی مگر دلوں کے حال تو خدا جانتا ہے۔

بلدیاتی انتخابات کا جن پارٹیوں نے قانونی بائیکاٹ کیا ہے ان میں پیپلز پارٹی بھی شامل ہے پیپلز پارٹی نے بظاہر تو مقاطعہ کر رکھا ہے مگر حقیقت میں باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ہر حلقے سے اپنا امیدوار کھڑا کیا ہے اور پیپلز پارٹی کے سابق وزراء اور ارکان قومی و صوبائی اسمبلی معاونت کر رہے ہیں۔

پی پی کا یہ مقاطعہ درج بالا حقائق کی روشنی میں عوام سے دھوکا اور فریب ہے کیونکہ پیپلز پارٹی موجودہ حکومت کی سب سے بڑی مخالف پارٹی ہے باوجود اس کے وہ حکومت کے بلدیاتی اقدام کی در پردہ حمایت کر رہی ہے۔ اور اسی حمایت کا نتیجہ ہے کہ پیپلز پارٹی کی سرکاری سطح پر اس کے کارکن انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں۔

اسی طرح نورانی میاں کی جمعیتہ علماء پاکستان ہے جو اپنے کو جمہوریت کی سب سے بڑی چیمپئین اور داعی سمجھتی ہے اخباری اطلاع کے مطابق لوکل باڈیز کے الیکشن میں باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت حصہ لے رہی ہے۔ اور کچھ یہی حال اور صورت تحریک استقلال کی ہے۔ اب عوام ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ قومی اتحاد اور ان مخالف جماعتوں میں سے کون جمہوریت پسند ہے اور کون حکومت کی ”سرکاری حزب اختلاف“

اور اگر قومی اتحاد ان مذکورہ جماعتوں کی مانند اپنے بائیکاٹ کے فیصلہ پہ در پردہ نظر ثانی کر کے انتخاب میں حصہ لے لیتا تو یہی تینوں جماعتیں اور خود حکومتی نشریاتی ادارے ایک طوفان کھڑا کر دیتے اور اسی ریلے میں نام نہاد ”جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق“ کہنے والا اخبار بھی حکومت کی نظروں میں نمبر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا جیسا کہ وہ ماضی میں اور بھٹو دور میں کرتا رہا ہے کہ ۵ جولائی کی صبح کو موصوف اخبار مسٹر بھٹو کی مدح میں قصیدے لکھتا ہے دنیا کا سب سے زیادہ ذہین و فطین آدمی گردانتا ہے اور ۶ جولائی کو انقلاب برپا ہونے کے بعد وہی بھٹو ظالم جابر اور ملک دشمن قرار پاتا ہے۔

اور یہ بات بھی پوشیدہ نظر نہیں ہے کہ حکومت کے جن غلط کاموں کی مخالفت اب قومی اتحاد کر رہا ہے موصوف اخبار اور مخالف جماعتیں پہلے بیان میں مخالفت اور دوسرے میں کنکھیوں سے حمایت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ امر بھی درست ہے کہ جنرل صاحب کے اقتدار چھوڑنے کے بعد یہی جماعتیں اور اخبار جنرل صاحب کے چند نہیں بلکہ تمام کاموں کی مخالفت کریں گے کیونکہ ایسا کرنا ان کے خمیر میں شامل ہے اور یہ لوگ صرف اور صرف کاسہ لیس ہیں جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق نہیں کہہ سکتے۔

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب صدیقی ندوی

اسلامی نظام میں قانون عام

خدا خدا کر کے پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے ایک قدم اٹھایا گیا۔ ہنوز منزل دور ہے لغزش پا کے ساتھ صعوبت راہ کے خطرات درپیش ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کارواں منزل مقصود تک کب پہنچے گا۔؟ مگر مخالفین سے صبر نہ ہو سکا اور انہوں نے اس کے راستہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنا شروع کر دیں۔ یہ لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح اس نظام کا عملاً وجود نہ ہو سکے۔ مخالفت کرنے والے دو گروہ ہیں۔ ایک تو باہر کا غیر مسلم گروہ ہے۔ جس میں یورپ و امریکہ کی طاقتیں داخل ہیں اور ان سب میں پیش پیش امریکہ، روس اور برطانیہ ہیں یہ طاقتیں نہیں چاہتیں کہ مسلمان اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کریں اور اسلامی نظام کا نفاذ کر کے دینی و دنیاوی ترقی کریں۔

اسلامی نظام سے ان کی اس شدید عداوت کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ پر اس وقت یہود کا اثر بہت بڑھ گیا ہے جو اسلام اور مسیحیت دونوں کے شدید دشمن ہیں مسیحیت پر تو وہ اس طرح غالب آ چکے ہیں کہ اس کا رُخ جدھر چاہتے ہیں موڑ دیتے ہیں لیکن اسلام زندہ ہے اور مسلمانوں میں اسلامی نظام زندگی کی طلب ابھر رہی ہے جو یہود کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتی ہے۔

دوسرا گروہ خود پاکستان میں موجود ہے۔ یہ مختلف عناصر پر مشتمل ہے لیکن ان میں سب سے زیادہ نمایاں اور فعال عنصر اثنا عشری شیعہ فرقہ ہے۔ جو اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنے کے لیے زور لگا رہا ہے۔ شیعہ حضرات نے اس انقلاب صالح کو روکنے کے لیے یہ طرز عمل اختیار کیا ہے کہ ایک طرف تو وہ اسلامی نظام کی ترویج کی تائید کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ملک میں قوانین عامہ (پبلک لاء) دو طرح کے ہوں۔ ایک اہلسنت کے لیے اور ایک مخصوص طور پر شیعوں کے لیے جس کی بنیاد فقہ جعفری پر رکھی جائے۔

مطالبہ غلط اور بے بنیاد ہے

شیعہ صاحبان کے عجیب و غریب مطالبہ کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں اس کی نظیر نہیں ملتی اور اجتماعات کے کسی اصول سے اس کی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ بالفاظ دیگر اس کی کوئی اصولی بنیاد موجود نہیں۔ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی مملکت میں ایک ہی نوعیت کے حوادث کے لیے قوانین عامہ (پبلک لاء) دو قسم کے نہیں ہو سکتے۔ پبلک لاء ایک ہی ہوتا ہے جسے اس مملکت کی اکثریت پسند کرتی ہے۔ کسی اقلیت کے لیے جداگانہ نوعیت کے پبلک لاء کا نہ کہیں وجود ہے اور نہ ہو سکتا ہے اس لیے کہ ایسا ہونا مملکت میں بدنظمی و انتشار بلکہ اس کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ دنیا میں کسی جگہ بھی اقلیتوں کو اس کا مستحق نہیں سمجھا جاتا کہ ان کے لیے پبلک لاء بھی علیحدہ ہو البتہ اقلیتوں کے قانون شخصی (پرسنل لاء) کے تحفظ کو ان کا حق سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں بھی یہ حق تسلیم کیا گیا ہے بلکہ ان کے بارے میں شرعی اور عرفی حدود کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے کیونکہ شرعاً و عرفاً پرسنل لاء کی آزادی کی بھی ایک حد معین ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ہر اقلیت علی الاطلاق اپنے قانون شخصی پر عمل کرنے میں آزاد ہو۔ مگر پاکستان میں اس کے متعلق بہت زائد وسعت سے کام لیا گیا ہے جس کی وجہ سے نقصان پہنچ رہا ہے ہم اس وقت اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتے۔

فقہ حنفی

پاکستان کے پچانوے فیصد باشندے سُنّی ہیں اور ان میں سے ۸۰ فیصد فقہ حنفی کے پیرو ہیں اس لیے اصولاً اہل سنت کا حق ہے کہ پاکستان کے قوانین عامہ (پبلک لاء) فقہ حنفی پر مبنی ہوں بالفاظ مختصر فقہ حنفی کو پبلک لاء کی صورت میں نافذ کیا جائے اہل سنت کے سب مکاتیب فقہ اس پر متفق ہیں دیوبندی۔ بریلوی۔ اہل حدیث وغیرہ کسی سُنّی جماعت کو اس سے اختلاف نہیں۔ اس لیے شرعاً۔ عقلاً۔ عرفاً ہر طرح لازم و واجب ہے کہ صرف فقہ حنفی کو پبلک لاء کا ماخذ بنایا جائے۔ یہ اہل سنت کا متفقہ فیصلہ ہے جس کا اظہار وہ بار بار کر چکے ہیں۔ ابھی چند روز کی بات ہے کہ کراچی میں "امام اعظم کانفرنس" کے پلیٹ فارم سے جو "کل پاکستان سنی کونسل" کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ اہل سنت کے سب مکاتب فقہ کے نمائندے اس پر کامل

اتفاق کا اظہار کر چکے ہیں۔

شیعہ حضرات کی عجیب منطق

فقہ جعفری کو بھی پبلک لا کی حیثیت دینے کا شیعہ مطالبہ بالکل ناجائز ہے اس کے جواز کے لیے تارِ عنکبوت کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں پیش کی جا سکتی۔ صحیح دلیل سے محرومی کی وجہ سے شیعہ صاحبان اس کے لیے جو منطق استعمال کرتے ہیں اس کی غلطی بالکل واضح ہوتی ہے مگر یہ حضرات اس سے مغالطہ دہی کا کام لینا چاہتے ہیں۔ اس لیے اس کی غلطی واضح ہو جانے پر بھی اس کی تشہیر کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ پاکستان قائم کرنے میں سنیوں اور شیعوں دونوں نے حصہ لیا ہے اس لیے دونوں میں سے ہر ایک کے لیے قانون عام اسکے فقہ کے مطابق ہونا چاہیے۔

بنیادی دعوے کی صحت و غلطی سے ہم اس وقت بحث نہیں کرنا چاہتے۔ اتنا عرض کر دیں کہ اب اہل سنت اس کی حقیقت سے واقف ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن ہم اس بحث میں پڑے بغیر ان کے اس دعوے کو صحیح فرض کئے لیتے ہیں کہ انہوں نے بھی پاکستان بنانے میں حصہ لیا۔ مگر ان کا استدلال و استنتاج قطعاً غلط ہے اگر دو گروہ باہمی تعاون سے کوئی مملکت قائم کریں تو اس سے کسی طرح یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں کے لیے قوانین عام بھی الگ الگ ہوں قانون عام تو پوری مملکت کے لیے ایک ہی ہوتا ہے اور وہ اکثریت کی رائے اور مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ حصول پاکستان کی کوشش میں شیعوں کا حصہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی یہ حقیقت کسی طرح نہیں چھپ سکتی کہ انہوں نے اسلامی نظام قائم کرنے کی جدوجہد میں ذرہ برابر بھی حصہ نہ لیا۔ یہی نہیں بلکہ حصول پاکستان کو مقصد قرار دینے اور اس کے لیے جدوجہد کرنے کے زمانہ میں شیعہ حضرات کے ذہن میں اسلامی نظام کا تصور تک نہ تھا۔ علماء اہل سنت نے یہ تصور پیش کیا۔ اور اسلامی نظام قائم کرنے کو حصول پاکستان کا مقصد قرار دیا۔ عام اہل سنت میں ان کی یہ تجویز مقبول ہو گئی اس لیے اپنی قیادت برقرار رکھنے کے لیے بعض شیعہ قائدین نے بھی بادل ناخواستہ اسلامی نظام کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ ورنہ شیعہ پاکستان میں وہی غیر اسلامی نظام چاہتے تھے اور اب بھی چاہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بھٹو کے دور میں اسلامی نظام کے لیے تحریک چلی تو شیعوں نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ بلکہ اس کی سخت مخالفت کی۔ پھر جب اسلامی نظام نافذ کرنے کے مقصد میں شیعوں نے کوئی تعاون نہیں کیا تو اس کے قیام کی صورت میں اپنے تصورات کی رعایت کا مطالبہ کرنے کا بھی انہیں حق نہیں۔ چہ جائیکہ قانون عام میں ان کا علیحدہ حصہ لگانے کا بلکہ درحقیقت پاکستان قائم کرنے کی جدوجہد میں ان کا مفروضہ تعاون بھی کالعدم سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اصل مقصد کے لیے انہوں نے ذرہ برابر بھی جدوجہد نہیں کی۔

علاوہ ازیں اگر شیعہ حضرات کے اس استدلال کو تسلیم کر لیا جائے تو مسیحی اور ہندو بھی اپنے لیے مذہب کے مطابق پبلک لا نافذ کرنے کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ شیڈول کاسٹ کے ہندوؤں اور مسیحیوں کی ایک تعداد نے بھی تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا۔

مزید یہ کہ شیعہ صاحبان کی تعداد دو فیصد سے زیادہ کبھی نہیں رہی اگر خلاف واقعہ تحریک پاکستان میں سب شیعوں کا تعاون بھی فرض کر لیا جائے تو بھی دو فیصد جدوجہد کو ۹۸ فیصد جدوجہد اور سو فیصد قربانیوں کے برابر درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

دور از کار باتیں

خونریزی اور بزعم خود جہاد کی اشتعال انگیز دھمکیوں کے ساتھ شیعہ صاحبان کا یہ رویہ اور زیادہ افسوسناک ہے کہ وہ ایسی غلط بیانیوں سے کام لے رہے ہیں جو اہلسنت کے لیے دلآزار تو ہیں مگر دور از کار ہیں۔ اور ان کا کوئی اثر اصل مسئلہ پر نہیں پڑتا۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ شریعت حضرت جعفرؓ کے گھر کی چیز ہے اس لیے فقہ جعفریہ کی پیروی اولیٰ ہے۔ اس کے متعلق پہلے تو یہ عرض کرنا ہے کہ جس چیز کا نام فقہ جعفری رکھا گیا ہے اسے حضرت جعفرؒ سے بھی کوئی تعلق نہیں وہ تو علامہ یعقوب کلینی صاحب اصول کافی وغیرہ شیعی علماء نے تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اپنی طرف سے وضع کر کے حضرت جعفرؒ کی طرف منسوب کر دیا۔ دوسری بات یہ کہ شریعت کسی کے گھر کی چیز نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ساری دنیا کی ہدایت و تعلیم کے لیے ہوئی تھی۔ صرف حضرت علیؓ اور ان کے گھرانے کی ہدایت و تعلیم کے لیے نہیں ہوئی تھی یہ گھر کی چیز والا برہمنی نظریہ انہیں کو مبارک ہو۔ ہم اسے بالکل باطل سمجھتے ہیں۔ اگر بالفرض کسی معنی میں شریعت کو کسی کے گھر کی چیز کہنا جائز ہو تو اس نسبت کی مستحق صرف ازواج مطہراتؓ ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب کی نسبت ان کے گھر کی طرف فرمائی ہے اور صرف انہیں مخاطب کر کے فرمایا ہے "واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن" اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا گھر "خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا "گھر" تھا اور وہی اہل بیت بھی ہیں۔ حضرت علیؓ کا گھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر نہ تھا۔ بعض لوگ بعض من گھڑت اور جھوٹی روایتیں نقل کر کے کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت جعفر صادق کے شاگرد تھے یہ بالکل غلط اور سراپا کذب و دروغ کہانی ہے ہم اہل سنت بھی حضرت باقر و حضرت جعفرؒ کے ساتھ رکھتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ دونوں بزرگ سُنّی تھے اور صاحب علم، مجتہد اور متقی و صالح عالم دین تھے لیکن ہمارے ائمہ اربعہ کا مرتبہ علم و معرفت تفقہ، قوت اجتہاد، تقویٰ اور خدمت، دین ہر اعتبار سے حضرت باقرؒ و حضرت جعفرؒ دونوں حضرات سے بدرجہا زائد بلند و برتر ہے ان دونوں حضرات کا درجہ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ امام احمد حنبلؒ کے برابر ہونا تو کجا ان کے قریب بھی نہیں بلکہ ان سے بہت فروتر ہے حضرت جعفرؒ کے بعد ان کی اولاد میں ان جیسا کوئی نہ ہوا۔ اس لیے ان کا تذکرہ ہی فضول ہے۔ حضرت جعفرؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے عمر میں دو سال چھوٹے تھے۔ اور انہوں نے خود امام ابوحنیفہؒ سے

علمی استفادہ کیا ہے۔ میزان کبریٰ میں امام شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جعفرؒ، حضرت عطاءؒ اور بعض دوسرے علماء مجتہدین امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے مسائل دریافت کئے اور صبح سے ظہر تک استفادہ کرتے رہے اس کے بعد حضرت جعفرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسہ دیا اور ان کے متعلق جو غلط فہمیاں انہیں پیدا ہوگئی تھیں ان کے لیے معذرت خواہ ہوئے اور کہا کہ "انت سید العلماء" (آپ سب علماء کے سردار ہیں) حضرت باقرؒ و حضرت جعفرؒ دونوں حضرات مجتہد ہیں۔ لیکن ان کے زمانے میں بکثرت مجتہدین تھے اور انہیں ان کے درمیان کوئی امتیاز حاصل نہ تھا۔ تیسری صدی میں شیعوں نے اپنے مذہبی و سیاسی مقاصد کے پیش نظر مبالغہ آرائی کے ساتھ ان کے علم و تفقہ وغیرہ اوصاف حسنہ کا پروپیگنڈہ کیا۔ اس سے بعض سنی علماء بھی متاثر ہوگئے پھر ان دونوں حضرات کی نسل میں جو لوگ تھے ان میں سے بھی بعض نے حمیت نسب کی بناء پر اس پروپیگنڈے میں خوب حصہ لیا۔ اسی طرح انہیں شہرت حاصل ہوئی۔

اس کد و کاوش کے باوجود اہل سنت انہیں حضرات ائمہ اربعہ کا درجہ دینے پر تیار نہ ہوئے۔ بلکہ کسی نے ان کے قریب بھی نہ سمجھا اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ شرق سے غرب تک ائمہ اربعہ کی پیروی کرنے والے ملیں گے۔ مگر اہلسنت میں ایک فرد بھی ان دونوں حضرات میں سے کسی کا مقلد نہ ملیگا۔

بعض شیعہ حضرات نے تو تقیہ کو خیرباد کہہ کر اپنا مذہب برملا ظاہر کر دیا۔ یعنی یہاں تک کہہ دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفاء ثلاثہؓ نے سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تغیر کر دیا۔ پھر حضرت علیؓ نے اس کی اصلاح کی۔ آں محترم نے اسی لیے سیرت شیخینؓ پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا اضاعت وقت سے بچنے کے لیے اس سراپا کذب و دروغ اور لغویات کے جواب میں ہم اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام ڈنکے کی چوٹ اعلان حق کیا کرتے ہیں کانا پھوسی نہیں کرتے اور ان کا دین بھی سینہ بسینہ نہیں منتقل ہوتا۔ بلکہ برملا منتقل ہوتا ہے اسی لیے سنت وہی ہے جو حضرات خلفاء ثلاثہؓ اور جمہور صحابہؓ کے قول و عمل کے ذریعہ تواتر کے ساتھ منتقل ہوئی۔ جو چیز کانا پھوسی سے منتقل ہو اور جو طرز عمل یا نام نہاد فقہ یا نام نہاد سنت ایک صدی تک پردۂ خفا میں مستور اور عملاً مفقود رہنے کے بعد رازداری کے ساتھ چند نفر تک پہنچائی جائے وہ جو کچھ بھی ہو مگر اسے دین حق یا سنت نبویؐ یا فقہ اسلامی نہیں کہا جا سکتا اور افضل المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے اسلام سے اسے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ بات مختصر ہے مگر معمولی فہم کا آدمی بھی اگر انصاف سے کام لے تو اس کی تصدیق پر مجبور ہوگا۔

حضرت علیؓ بھی اسی سنت پر عامل رہے جس پر حضرات خلفاء ثلاثہؓ عمل کرتے تھے حضرت شیخینؓ کی بلند و برتر مثالی سیرت پر عمل کرنے سے انکار تواضع پر مبنی تھا۔ دونوں حضرات کی سیرت مقدسہ کا بلند درجہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے بر سبیل تواضع یہ سمجھا کہ میں اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے انکار فرمایا۔ افسانۂ اصلاح کی غلطی اور فساد کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ اقتدار میں بھی متعہ کی ترویج نہیں کی۔ بلکہ خود بھی اس سے محروم رہے حالانکہ از روئے مذہب شیعہ یہ بہت فضیلت کی چیز ہے۔!

استدلال کے بجائے خطابت اور مغالطہ دہی سے کام لینے کی ایک افسوسناک مثال یہ ہے کہ بعض شیعہ حضرات فقہ حنفی کے نفاذ کو، ایک فقہ کو دوسرے فقہ پر مسلط کرنے سے تعبیر کرتے ہیں ان الفاظ کے اگر کوئی معنی ہیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان بھارت میں غیر اسلامی قانون عام کا تسلط فقہ جعفری پر کیوں گوارہ کرتے ہیں؟ اور پاکستان میں اب تک انگریزی قانون کے تسلط پر انہیں کیوں اعتراض نہ ہوا؟ کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ انہیں غیر اسلامی نظام سے نفرت ہے؟ یہ نمونے ہیں دوراز کار باتوں کے جو اس سلسلے میں شیعہ صاحبان کی طرف سے کہی جا رہی ہیں اور جن کا کوئی اثر اصل مسئلہ پر نہیں پڑتا۔ اکثریت جسے اسلام کہتی ہے اسے نافذ کرنے کا اسے حق ہے۔ کسی اقلیت کا تصور اس کے متعلق کیا ہے اس سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔

فیصلہ کن بات یہ ہے کہ فقہ حنفی کتاب و سنت کی ایک تعبیر و تشریح ہے اگر شیعہ صاحبان اسے غیر اسلامی سمجھتے ہیں تو اسے اسی طرح گوارا کریں جس طرح اب تک غیر اسلامی قوانین کو اطمینان کے ساتھ گوارا کرتے رہے اور آئندہ بھی بھارت وغیرہ غیر اسلامی ممالک میں گوارا کرتے رہیں گے البتہ اسے غیر اسلامی کہنے کے صاف معنی یہ ہیں کہ شیعہ صاحبان اس اسلام سے رضاکارانہ طور پر خارج ہوگئے جسے اہل سنت اسلام کہتے ہیں اس لیے اہل سنت کو حکومت سے اس مطالبہ کا حق ہے کہ شیعوں کو عام مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ بات بھی ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جناب صدر سے شیعہ حضرات کی طرف سے فقہ جعفری کو نافذ کرنے کا مطالبہ صحیح نہیں جناب صدر کو اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ اکثریت کے حقوق پامال کریں یا اسلامی نظام کے نفاذ کی کوئی شکل اپنی طرف سے مقرر کریں۔ اگر انہوں نے کوئی ایسا اقدام کیا تو اسے سختی سے مسترد کر دیں گے۔

آخری قسط

اقتباس از "دیدہ و شنیدہ" تالیف: ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی ایبٹ آباد

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

تو مولانا نے جواب دیا۔ میرے بھائی! یہ آپ نے ٹھیک نہیں کیا۔ یہاں ڈاکٹر صاحب نے وضاحت کی کہ مجھے یہ توقع نہ تھی، میرا خیال تھا کہ مولانا خوش ہوں گے کہ میں بھارت آ رہا ہوں بہرحال نیم حیرت زدگی کے عالم میں میں نے مولانا سے دریافت کیا، میرا فیصلہ کیوں ٹھیک نہیں؟ اس پر مولانا نے فرمایا اور ان کے وہ الفاظ میرے دل پر کندہ ہیں!

"میرے بھائی! ہم نے تقسیم ہند کی مخالفت کی تھی اور کئی اسباب میں سے ایک سبب اس مخالفت کا یہ خوف تھا کہ اس تقسیم کے ساتھ ملت اسلامیہ بھی تقسیم ہو جائے گی اور اس کی طاقت گھٹ جائے گی۔ مگر ملت کی اکثریت نے ہماری رائے (یہ لفظ ملت قابل نوٹ ہے) کے خلاف فیصلہ دیا۔ ہم ہار گئے اور پاکستان معرض وجود میں آگیا، پاکستان معرض وجود میں نہ آتا تو اور بات تھی اور اب ظہور میں آگیا ہے تو ہر دوسرے اسلامی ملک کی طرح یہ ملک بھی عزیز ہے۔ بلکہ دوسرے ممالک سے بڑھ کر عزیز ہے اب اسے باقی رہنا چاہیے اس کا بن کر بگڑنا سارے عالم اسلام کی شکست کے برابر ہوگا اس کا وجود میں آکر ناپید ہو جانا سارے عالم اسلامی کی توہین ہو گا۔ اب آپ لوگ بھارت کی طرف نہ دیکھیں، اب آپ پاکستان کو مضبوط بنائیں ہم یہاں آپ لوگوں کی بہتری کے لیے دعا کرتے رہیں گے"!

ولی محمد صاحب ساکن سرگودھا اپنے ایک مراسلہ "نوائے وقت" مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۷۲ء میں بعنوان "مولانا ابوالکلام آزاد اور پاکستان" تحریر فرماتے ہیں:۔

"اعلان آزادی مورخہ ۳؍ جون کے بعد حضرت مولانا ابوالکلام آزاد شملہ میں قیام فرما تھے۔ ۲۶؍ جولائی کو شملہ کے کم و بیش ۲۵، ۳۰ مسلمان شہریوں کا ایک وفد، جس میں میں بھی شامل تھا، حضرت مولانا سے ملاقی ہوا۔ مولانا نے گفتگو کا آغاز بعد از علیک سلیک یوں کیا:

"الحمدللہ! ملک، پاکستان اور ہندوستان دو مملکتوں کے طور پر آزاد ہو گیا۔ اب ہمارے سیاسی نظریات کے اختلاف بھی ختم ہو گئے۔ میرا محمد علی جناح صاحب سے اختلاف دو سیاسی نظریات کا اختلاف تھا اپنے اپنے نظریے میں ہم پر خلوص تھے قوم نے ایک نظریہ قبول کر لیا اور ایک رد کر دیا اس فیصلے کو میں صدق دل سے قبول کرتا ہوں۔ میری تمنا اور دلی دعا ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے ہوئے پاکستان میں کسی قسم کی خرابی پیدا ہوئی تو بدنام اسلام ہوگا۔ بہرحال میری دعا ہے کہ پاکستان اسلامی مملکت بنے!"

سرکاری ملازمین میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور بعض افسر اپنی خدمات پاکستان کے سپرد کرنے سے ہچکچاتے تھے بلکہ بعض نے ہندوستان لکھ کر دے دیا اور کلرک، چپڑاسی، بیچارے خواہ اقلیتی صوبوں کے تھے وہ پاکستان لکھوا رہے تھے میں نے مولانا کو اس امر پر توجہ دلائی تو فرمایا:

"میرے بھائی! پاکستان میں کلرکوں، چپڑاسیوں کی کمی نہیں۔ پنجاب یونیورسٹی نے دس ہزار میٹرک پاس کلرک پاس کر دیئے ہیں۔ ضرورت ان لوگوں کی ہے جو صاحب ہنر ہوں، جن کو انتظامی امور کا تجربہ ہو جو نظام حکومت کو بہتر طور پر چلا سکیں، منصوبہ بندی کے ماہر ہوں ہر ایک شخص کو جو کسی قسم کے بھی فن کا ماہر ہو جس سے پاکستان شاہراہ ترقی پر چل سکے اپنا نام پاکستان کی خدمت کے لیے لکھانا چاہیے۔ وغیرہ!"

"ایک دوست کے اس سوال پر کہ حضرت! آئی۔سی۔ایس (انڈین سول سروس (اب پاکستان سول سروس) قسم کے لوگ تو ہندوستان کے سپرد اپنی خدمات کر رہے ہیں، ہم کیا کریں؟ فرمایا "بھائی! اس قسم کے لوگ پہلے کون سا قومی جذبہ رکھتے تھے جواب توقع رکھتے ہو!"

جب تقسیم ملک کے بعد مسلمان ہندوستان سے خوف و ہراس کے عالم میں بھاگنے لگے تو ان کو دہلی کی شاہجہان کی مسجد میں بلا کر تقریباً ۵۰ ہزار کے مجمع سے خطاب فرمایا اور باتوں کے

علاوہ فرمایا:

"یہ دیکھو مسجد کے مینار تم سے جھک کر سلام کرتے ہیں کہ تم نے اپنی تاریخ کے صفحات کو کہاں گم کر دیا ہے؟ ابھی کل کی بات ہے کہ یہیں جمنا کے کنارے تمہارے قافلوں نے وضو کیا تھا اور آج تم ہو کہ تمہیں یہاں رہتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے حالانکہ دہلی تمہارے خون سے سینچی ہوئی ہے۔

عزیزو! تبدیلیوں کے ساتھ چلو۔ یہ نہ کہو کہ ہم اس تغیر کے لیے تیار نہ تھے، بلکہ تیار ہو جاؤ۔ ستارے ٹوٹ گئے لیکن سورج تو چمک رہا ہے اس کی کرنیں مانگ لو اور ان اندھیری راہوں میں بچھا دو جہاں اجالے کی سخت ضرورت ہے۔ باد صرصر اٹھی تو رخ پھیر دیا۔ آندھیاں آئیں تو ان سے کہا تمہارا راستہ یہ نہیں ہے۔ یہ ایمان کی جان کنی ہے کہ شہنشاہوں کے گریبانوں کے تار بیچ رہے ہو اور خدا سے اس درجہ غافل ہو گئے کہ جیسے اس پر کبھی ایمان ہی نہ تھا۔"

عزیزو! میرے پاس تمہارے لیے کوئی نیا نسخہ نہیں ہے، چودہ سو برس پہلے کا پرانا نسخہ ہے۔ وہ نسخہ جس کو کائنات انسانی کا سب سے بڑا محسن لایا تھا۔ اور اس نسخہ قرآن کا یہ اعلان ہے:-

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

آج کی صحبت ختم ہو گئی مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ اختصار کے ساتھ کہہ چکا، پھر کہتا ہوں بار بار کہتا ہوں اپنے حواس پر قابو رکھو، اپنے گرد و پیش اپنی زندگی خود فراہم کرو، یہ منڈی کی چیز نہیں کہ تمہیں خرید کر لا دوں، یہ تو دل کی دکان ہی سے اعمال صالحہ کی نقدی پر دستیاب ہو سکتی ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

زباں زنطق فرو ماند و رازِ من باقی است
بضاعتِ سخن آخر شد و سخن باقی است

مولانا آزاد اور غیرتِ ملی

تقسیم برصغیر کے فیصلے کے مطابق ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے جشن آزادی سے تین چار دن پہلے چودھری خلیق الزمان، نواب اسماعیل خاں میرٹھی کی معیت میں مولانا آزاد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیش آمدہ حالات کی تلخیوں کا گلہ کرتے ہوئے تجویز رکھی کہ ۱۲ اگست کو دہلی میں مسلمانوں کا ایک اجتماعِ عظیم کر کے سردار پٹیل اور پنڈت نہرو کو سپاسنامہ پیش کرنا چاہیے۔ مولانا نے فرمایا

"میرے بھائی! خوشامد کا یہ کاغذی نوشتہ پیش آمدہ مسائل کا حل نہیں ہے ہم اپنی قوم کی خودی کو داغدار کیے بغیر اپنی مشکلوں پہ قابو پا سکتے ہیں!"

مولانا آزاد اسلامی حمیت کی للکار تھے

آپ نے ہندوستان کے بتکدے میں اس وقت نعرۂ حق و صداقت بلند کیا جب اچھے اچھوں کی زبانیں بھی ذکر حق کے نام سے گنگ ہو جاتی تھیں۔ مولانا آزاد کانگرس (ہندو اکثریت کی جماعت) میں رہتے ہوئے مسلمانوں کی خودی اور اسلام کی سربلندی کے لیے علی الاعلان کلمۂ حق کہتے رہے جہاں تک دو قومی نظریے کا تعلق ہے، مولانا آزاد نے کبھی اس سے انکار نہیں کیا، البتہ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ برِ عظیم کی مختلف اقوام کو متحد ہو کر بحیثیت ہندوستانی انگریز سامراج کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ پاکستان میں ہندو، عیسائی، قادیانی اور مسلمانوں کو ملا کر پاکستانی قومیت کا نام لیا جاتا ہے۔

کانگرس میں شمولیت کے باوجود مولانا آزاد کے کارنامے

اخذ و اختصار از مضمون ملک عنایت اللہ نسیم سوہدروی شائع شدہ ہفتہ وار "چٹان" مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۷۵ء۔

"اگر کانگرس میں شامل ہونا قابل مواخذہ ہے تو کون سا ایسا رہنما تھا جو کانگرس میں شریک نہ ہوا۔ یہ مولانا آزاد ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کی بہتری کے لیے (کمیشن سکیم) مرکز کو کمزور کر کے صوبائی آزادی کو اس حد تک رکھے جانے کا اہتمام کیا کہ مسلمان ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے پانچ صوبوں کو لے لیں اس طرح سے انہوں نے کرپس (CRIPS) سکیم کے لیے راہ صاف کی، جسے مسلم لیگ نے بھی تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد خود مولانا تقسیم کی ساری ذمہ داری نہرو اور اس کے ساتھیوں پر ڈالتے ہیں۔ گویا مولانا مسلمانوں کے حقوق کی پاسبانی اپنا فرض جانتے تھے۔ انہوں نے بھارت میں بچے کھچے مسلمانوں کا دفاع کیا۔ ان کا خطبہ بادشاہی مسجد جو پچھلے صفحات میں آ چکا ہے اس دفاع کا نقطۂ آغاز تھا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ان کی زندگی میں ہندو عوام سے محفوظ رہی۔ مشرقی و مغربی پاکستان کے ہر مسلمان کو تلقین کی کہ اب جبکہ پاکستان قائم ہو چکا ہے اس کی حفاظت و استقلال کی ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے جو اس خطے میں رہتے ہو۔ مولانا نے ہندوستان کے قابل اور اہل مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ پاکستان جا کر اس کو مضبوط بنانے کی کوشش کریں اور ہندوستانی حکومت کو پاکستانی حکومت سے بہتر تعلقات قائم کرنے پر زور دیا یہاں تک کہ مولانا جب مشرقِ وسطیٰ کے دورے پر گئے تو واپسی پر کراچی آئے اور قائداعظم کے مزار پر پھول چڑھائے اور فاتحہ خوانی کی۔

مولانا اکثر فرماتے کہ پاکستان بن چکا، اس کی حفاظت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے مولانا آزاد ہی تھے جنہوں نے ہمیشہ اپنے مسلمان ہونے پر فخر کیا اور انگریزی حکومت کے سامنے بیان دیتے ہوئے

صاف صاف کہا کہ،

میں مسلمان ہوں اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں ظالم حکومت کی مخالفت کروں اور یہ ایمان کی کم سے کم علامت ہے۔ اسلام اور غلامی دو متضاد چیزیں ہیں جو کبھی یکجا جمع نہیں ہو سکتیں!

رام گڑھ کانگرس اور مولانا

آزاد کا خطبۂ صدارت

"فرمایا میں مسلمان ہوں اور فخر سے اعلان کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں کہ اسلام کی تیرہ سو سالہ روائتیں میرے حصہ میں آئی ہیں۔ میں یہ نہیں کر سکتا کہ اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ ضائع کرا دوں۔ اسلام کی تاریخ اسلام کی تعلیم، اسلام کی دولت اسلام کے جملہ اصول، اسلام کی تہذیب میری دولت ہے اور یہ میرا فرض ہے کہ میں اس کی حفاظت کروں مذہبی اور ثقافتی دائرے میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں۔ میں برداشت نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی کسی قسم کی مداخلت کرے۔"

دہلی میں کانگرس کا خاص اجلاس

دہلی میں کانگرس کے خاص اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ان تمام لوگوں کے خلاف اپنی صدا بلند کروں جو ہندو سنگھٹن تحریک کے علم بردار ہیں۔ آج کسی سنگھٹی کی ضرورت نہیں، جو ہندوانہ تحریک کی تائید کرتے ہیں مجھے ان کی حیثیت سے قطعی انکار ہے!"

شدھی کے متعلق فرمایا:۔

"اگر ہندوستان میں اس قسم کی صدائیں اٹھتی رہیں تو کامیابی محال ہے!"

سیاسی معاملات میں مولانا کی رائے غلط ہو سکتی ہے اور اختلاف بھی ممکن ہے! کیا ایسا اختلاف لوگ قائد اعظمؒ کے متعلق نہیں کرتے کہ انہیں تقسیم پنجاب قبول نہیں کرنی چاہیے تھی یا انہیں ریڈ کلف ایوارڈ غیر مشروط طور پر قبول نہیں کرنا چاہیے تھا۔

تحریک آزادی، اشتراکِ قومی

تحریک آزادی میں دونوں قوموں کے اشتراک کے سب قائل تھے جس کے لیے قائد اعظمؒ نے بھی کوشش کی مگر ہندو تعصب کی وجہ سے ناکام رہے۔ اور آخر ان کو ماننا پڑا کہ دونوں قوموں کا حل تقسیم ملک ہی ہے۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے ۱۶ مئی کی سکیم منظور کر کے اس امر کی راہ بھی پیدا کی کہ شاید دونوں قومیں باہمی اشتراک سے رہ سکیں، مگر ہندو اس پر بھی تیار نہ ہوئے اور تقسیم پر ہندو نے اس لیے صاد کیا کہ شاید اس سے احیا پاکستان جو نصف پنجاب اور نصف بنگال پر مشتمل ہوگا، کامیاب نہ ہو سکے گا۔ مولانا آزاد صوبوں کی تقسیم کے قطعی مخالف تھے اور ہندو عزائم کے قطعی خلاف تھے۔

قابلِ غور نکتہ

کسی عالم دین نے جو کانگرس یا مولانا آزاد سے وابستہ رہا۔ تقسیم کے بعد پاکستان کی مخالفت نہ کی۔ پاکستان کو سب سے زیادہ نقصان ان لوگوں نے پہنچایا جو پاکستان کی تحریک میں اعلیٰ مناصب رکھتے تھے اور اقتدار کی جنگ میں مصروف ہوئے۔

وفات

اس عبقری زمانہ کی وفات حسرت آیات فالج کے حملہ سے ہوئی میں نے اپنی اسی بیاض میں آپ کے دستخط کے نیچے یہ نوٹ لکھا ہوا ہے۔

"۵۸/۲/۲۰ ۔ آج صبح انڈیا ریڈیو نے حضرت مولانا آزاد پر فالج کے حملہ کی المناک خبر سنائی!"

"۵۸/۲/۲۲ ۔ آج صبح انڈیا ریڈیو نے ان کی وفات کی خبر سنائی۔ آہ! علم و معرفت کا چراغ بجھ گیا! انا للہ وانا الیہ راجعون

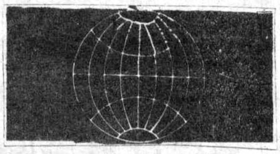
آج ان کی وفات کو ایک عرصہ ہو گیا ہے لیکن جب کبھی اس خزینۂ علم و کمال اور پیکر حسن و جمال کی یاد آتی ہے تو یہ شعر پڑھ کر حسرت و اضطراب میں ڈوب جاتا ہوں ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کیے!

خاص اعلان

"شہر شہر سے" کے صفحات میں صرف وہی خبریں اور کارروائیاں شائع کی جاتی ہیں جو مقامی جمعیۃ علماء اسلام کے لیٹر ہیڈ پر لکھی گئی ہوں۔ نیز یہ کہ آخر میں امیر، ناظم عمومی یا ناظم نشریات کے دستخط اور جمعیۃ کی مہر ثبت ہونا ضروری ہے۔ سادہ کاغذ پر اور بغیر دستخط و مہر کے کوئی خبر، انتخاب اور کارروائی شائع نہیں کی جائیگی۔

مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی



تحریک خلافت: میری نظر میں

نئی پود رفتہ رفتہ اپنے ماضی سے بے خبر ہوتی جا رہی ہے جن مجاہدین اور تنظیموں نے ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلائی، سربکف میدان میں آکر ملک وملت کی راہ میں قربانیاں دیں۔ ہم دن بدن ان کے ناموں سے بھی ناآشنا ہوتے جا رہے ہیں۔ دور کیوں جائیے ماضی قریب کی ایسی عظیم شخصیتوں کے نام لیجیے اور دور حاضر کے نوجوانوں سے ان کے حالات اور کارناموں کے بارے میں پوچھیے اکثر تو آپ ان کے ناموں سے بھی ناواقف پائیں گے اس کے برخلاف فلمی ستاروں، ایکٹروں کے پرائیویٹ حالات بھی ان کے نوک زباں ہوں گے۔

تحریکِ خلافت جس نے پورے ہندوستان کو آزادی کے جذبات سے سرشار کیا، ہندو مسلم اتحاد و یگانگت کا محیر العقول منظر پیش کیا، سارے ہندوستان کو اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی اور طاقتور حکومت برطانیہ کے خلاف صف آرا کر دیا، غیر منقسم ہند کے باشندوں کو خودشناسی وخودنگری سے مالا مال کیا، ہماری قوم اسے بالکل بھلا چکی ہے مولانا محمد علی شوکت علی کون تھے؟ مولانا محمود حسن، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ نے ملک ملت کے لیے کیا کیا؟ موتی لال نہرو لوکمانیہ تلک سبھاش چندر بوس نے مادر وطن کی کیا خدمت کی؟ اس قسم کے سوالات نئی نسل کے لیے پہیلیوں اور معموں سے کم نہیں۔

قاضی عدیل عباسی کی تازہ تصنیف

خدا بھلا کرے جناب قاضی محمد عدیل عباسی کا انھوں نے "تحریک خلافت" لکھ کر ہماری تاریخ کے بے انتہا درخشاں سنہرے باب کو اجاگر کیا ہے۔ قاضی صاحب موصوف خود تحریک خلافت کے بقایا مجاہدین میں ہیں، وہ شروع سے آخر تک اس تحریک سے وابستہ اور اس میں تن من دھن سے شریک رہے جیل بھی گئے اس لیے انہیں تحریک خلافت پر قلم اٹھانے کا حق تھا۔ انھوں نے زیادہ تر اپنے چشم دید حالات وواقعات لکھے ہیں تحریک خلافت کا دور دیکھنے والے اکثر بلکہ قریباً سب ہی اہل قلم اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ قاضی صاحب اس گزرے ہوئے قافلہ ہی کے ایک فرد ہیں۔ انھوں نے یہ کتاب لکھ کر اپنا فرض ادا کیا ہے اور نئی نسل پر بہت بڑا احسان بھی۔

موصوف بڑی خوش اسلوبی اور کامیابی کے ساتھ تحریک خلافت کی تاریخ نویسی سے عہدہ برآ ہوئے ہیں انھوں نے بہت محتاط سنجیدہ محققانہ انداز میں اس ہنگامہ خیز ہمہ گیر دوررس تحریک کا مبصرانہ جائزہ لیا ہے۔ اس کامیاب تصنیف پر ہم قاضی صاحب کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

حُسنِ انتخاب

وزارتِ تعلیم حکومت ہند کے "ترقی اُردو بورڈ" نے یہ کتاب فوٹو آفسٹ پر دیدہ زیب کتابت وطباعت کے ساتھ بڑی آب وتاب سے شائع کی ہے۔ اس کتاب کو شائع کرکے بورڈ نے اردو مطبوعات کی فہرست میں ایک نہایت مفید اور قیمتی کتاب کا اضافہ کیا ہے "ترقی اردو بورڈ" کے ذمہ داروں کو ہم حسن انتخاب اور اُردو نوازی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ کتاب کے مجموعی صفحات ۲۷۹ ہیں کتابت بہت باریک حروف میں ہے (لیکن بہترین کتابت اور آفسٹ کی طباعت کی وجہ سے حروف روشن ہیں) اگر اوسط درجہ کے حروف میں کتابت ہوتی تو ۴۰۰ صفحات سے کم نہ ہوتے۔

"تحریک خلافت" میں قاضی صاحب نے تحقیق اور دیدہ وری کے ساتھ اس دَور کی تحریک آزادی کی بھی پوری تاریخ سمیٹ لی ہے۔ ہندوستان کو غلامی کی زنجیروں سے رہائی دلانے میں جن افراد اور تنظیموں کا جتنا حصہ رہا ہے اسے پورے انصاف کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ پوری کتاب لائق مطالعہ ہے لیکن چند مقامات جن سے میں خاص طور سے متاثر ہوا اس وقت انہی کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔

تحریک آزادی میں علماء کا حصّہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ چند صدیوں سے ہندوستان کے علماء اور مشائخ نے اپنی سیاسی ذمہ داریوں کو جس طرح پورا کیا ہے اس کی مثال دوسرے ممالک کے علماء کی تاریخ میں مشکل ہی سے ملے گی۔ لیکن ہمارے ملک کے مورخین تاریخ کے اس باب کو چھپانے بلکہ مٹانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں غیر مسلم تاریخ نویسوں کی کیا شکایت کی جائے اکثر و بیشتر مسلمان مورخین نے بھی علماء کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ علماء و مشائخ کے خلاف لکھتے ہوئے اور ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کے قلم کی جولانیاں آسمانوں سے باتیں کرتی ہیں مگر جہاں مشائخ و علماء کے کارناموں کا ذکر آتا ہے وہاں زبان قلم خاموش ہو جاتی ہے یا مجبوراً دبے لہجے میں ژولیدہ بیانی کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اللہ کا فضل ہے کہ قاضی صاحب اس ذہنیت کا شکار نہیں ہوئے۔ بلکہ اس کے برعکس انہوں نے نہایت زور و قوت کے ساتھ اس طبقہ کے کارناموں کا ذکر کیا ہے ـــــ

"تحریک شیخ الہند" یا "ریشمی رومال کی تحریک" کے بارہ میں انہوں نے مختصر مگر بہت جامع لکھا ہے۔ قاضی صاحب کا بیان پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی تحریک کس قدر دور رس اور ہمہ گیر تھی۔ انہوں نے تمام ممالک اسلامیہ کو استعماری پنجوں سے نجات دلانے کا پروگرام بنایا تھا۔ قاضی صاحب نے اس تحریک کے چند ایسے مخفی گوشوں کا بھی ذکر کیا ہے جن سے کتابیں عام طور سے خالی ہیں۔ چند ایسے انکشافات کئے ہیں جو "نقش حیات" میں بھی نہیں ہیں۔ اس طرح تحریک آزادی کے مورخین کے لیے تحقیق و تلاش کے نئے میدان فراہم کیے ہیں۔

شیخ الہندؒ نے اپنی تحریک غیر معمولی رازداری کے ساتھ چلائی تھی۔ پورا منصوبہ اور پلان انہی کے ذہن میں تھا۔ شاگردوں مریدوں اور تحریک کے کارکنوں کو صرف ان کاموں کا علم ہوتا جن کی انجام دہی ان کے ذمہ کی جاتی۔ مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا حسین احمد مدنی جیسے مقربین اور رازداروں کو بھی شیخ الہند نے اپنی تحریک کی پوری تفصیلات سے مطلع نہیں کیا۔ اسی لیے ان کی تحریک کے اکثر گوشے ہماری نگاہوں سے اوجھل رہے ـــ قاضی صاحب نے مختلف حضرات سے معلومات فراہم کر کے بعض ایسے مخفی گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

میرا ارادہ ہے کہ فرصت ملنے پر "تحریک خلافت" اور بعض دوسرے مآخذ سے اخذ کر کے تحریک "ریشمی رومال" سے متعلق معلومات ایک مضمون کی صورت میں مرتب کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کروں۔

سرسیدؒ مرحوم کے بارہ میں

قاضی صاحب کا نقطۂ اعتدال

مسلم یونیورسٹی کے بانی سرسید احمد خاں دہلوی کے بارہ میں اکثر لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں ایک طبقہ ہے جو ان کے اس کارنامہ سے کہ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کو جدید تعلیم کی طرف متوجہ کر کے وقت کی بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا، اس قدر متاثر ہے کہ ان کو اپنے دور کا سب سے بڑا مسلمان مفکر ہی نہیں عظیم سیاسی رہنما اور رازی و غزالی کے درجہ کا دین کا راز داں بھی سمجھتا ہے اور اس وجہ سے ان علماء کے خلاف سخت زبان استعمال کرتا ہے جنہوں نے سرسید احمد خاں کے مخصوص متجددانہ افکار و معتقدات پر سخت تنقید کی تھی اور ان کے خیالات کو زیغ و ضلال اور دین میں تحریف قرار دیا تھا۔

اور دوسرا طبقہ ہے جو ان کے ان مذہبی افکار و معتقدات ہی کی وجہ سے ان سے اس درجہ بیزار رہے کہ کسی حیثیت سے بھی ان کی عظمت اور بڑائی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ـــ اب رفتہ رفتہ اس دوسرے طبقہ کی آواز دبتی جا رہی ہے یا کہا جائے کہ اس میں حقیقت پسندی اور اعتدال آگیا ہے۔ لیکن پہلے طبقہ کا اب بھی یہی حال ہے کہ سرسید احمد خاں مرحوم کی سیاسی فکر اور مخصوص مذہبی خیالات و معتقدات پر تنقید بھی اس کو گوارا نہیں ـــ اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہ لوگ مرحوم کے حالات و خیالات سے واقف بھی نہیں ہوتے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو جدید تعلیم کی طرف متوجہ کرنے اور اس کے لیے علی گڑھ کالج قائم کرنے کے سلسلہ میں سرسید احمد خاں نے جو جد و جہد کی اور انتہائی مخالف فضا میں جس طرح جان و مال کی بازی لگا کر یہ مہم چلائی اس کا اعتراف کرنا چاہیے اور ماننا چاہیے کہ انہوں نے قوم کی یہ بہت بڑی خدمت کی۔ اور اس کا اعتراف کرنا چاہیے اور ماننا چاہیے کہ انہوں نے قوم کی یہ بہت بڑی خدمت کی اور اس لحاظ سے وہ قوم کے بڑے محسن ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ اس واقعی حقیقت کو بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ وہ مغربی تہذیب سے بے حد مرعوب تھے اور اسی مرعوبیت کے نتیجہ میں انہوں نے اسلامی حقائق و معتقدات کی جو نئی تشریح و تفسیر بلکہ تحریف کی وہ ان کی بڑی گمراہ کن غلطی تھی اور جن علماء نے ان کی اس غلطی کا نوٹس لیا اور عوام کے سامنے حقیقت کو واضح کیا انہوں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اگر علماء نے اس وقت جرأت سے یہ فرض ادا نہ کیا ہوتا تو ہندوستانی مسلمانوں کی نئی نسل سخت گمراہی میں مبتلا ہو گئی ہوتی۔ سرسید احمد خاں نے اسلامی حقائق و معتقدات کی جو نئی تشریحات کی تھیں ان پر علماء دین کی تنقید ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی اب شاذ و نادر ہی ایسے افراد ہوں گے جو ان مخصوص مذہبی خیالات و معتقدات میں سرسید احمد خاں کے پیرو ہوں۔ علماء کی بروقت تنقید و احتساب نے ان کی تشریحات و تحریفات کو نسیاً منسیا کر دیا۔

افسوس بلکہ دکھ کی بات ہے کہ انہی علماء کرام کے ہمارے زمانہ کے بعض اخلاف و وارثین (جو ماشاء اللہ خود بھی اپنے دور کے مشاہیر علماء میں سے ہیں) سرسید احمد خاں کے مخصوص معتقدات پر ان کے معاصر علماء کی تنقید کا ذکر اس طرح کرتے ہیں گویا کہ ان علماء نے کوئی ایسا غلط کام کیا تھا جس کے لیے ان کے اخلاف اور وارثوں کو ان کی طرف سے معذرت کرنے کی ضرورت ہے۔ حق یہ ہے کہ صفائی سے کہا جائے کہ سرسید احمد خاں مرحوم کا قوم پر یہ بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ان کو جدید تعلیم کی طرف متوجہ کیا اور علی گڑھ کالج قائم کیا جو اب یونیورسٹی ہے۔ اور اسی طرح ان علماء نے اسلام اور مسلمانوں کی بڑی خدمت کی اور اپنا فرض ادا کیا جنہوں نے سرسید احمد خاں کے غلط اور گمراہ کن خیالات و معتقدات پر تنقید کر کے مسلمانوں کے دین کی حفاظت فرمائی۔ اگر اس میں کسی طرف سے بھی حد سے تجاوز ہوا تو وہ بے شک قابل مذمت ہے۔

جناب قاضی عدیل عباسی صاحب علیگیرین ہیں۔ انہوں نے علماء کے زیر سایہ مدارس میں تعلیم پانے کے بجائے سرسید مرحوم کے چمنستان سے خوشہ چینی کی ہے۔ مسلم یونیورسٹی اور اس کے بانی کی محبت ان کی رگ و پے میں رچ بس گئی ہے۔ اس کے باوجود سرسید کی تحریک کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ جادۂ اعتدال سے ایک قدم نہیں ہٹے۔ سرسید کی عبقریت کمالات، خدمات اور کارناموں کا ذکر کرنے کے بعد انہوں نے بڑے ادب اور سلیقہ کے ساتھ سرسید کی تحریک کی خامیوں کی نشاندہی کی ہے۔ اور ان علماء کے موقف کو سراہا ہے جنہوں نے ان کے متجددانہ اور نیچریانہ خیالات و معتقدات کا سختی سے احتساب کیا تھا۔ کتاب کے صفحہ ۵۴ سے صفحہ ۶۳ تک انہوں نے سرسید مرحوم کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے بہت متوازن و معتدل اور بے لاگ انداز میں لکھا ہے۔ یہ پوری بحث بار بار پڑھنے کے قابل ہے۔ ہم اس بیان کو مختصراً نقل کر رہے ہیں:-

سرسید مرحوم قاضی عدیل عباسی کی نظر میں

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانوں میں جو عظیم شخصیت ابھری وہ سرسید کی تھی سرسید ایک بڑے ذی علم، روشن خیال، ذہین اور عالی دماغ انسان تھے۔ ان کو اگر عہد آفریں کہا جائے تو بالکل بجا ہوگا۔ سرسید ایسے روشن ضمیر اور دانا تھے کہ انہوں نے اس زمانہ میں جب کوئی اس کا خواب بھی نہ دیکھ سکتا تھا آج کا یہ منظر دیکھ لیا تھا اور اس کے لیے اپنی زندگی قربان کر دی تھی۔

سرسید نے دینداری اور مذہب کو جدید علوم اور جدید تہذیب سے ملا کر ایک نیا معاشرہ تعمیر کیا۔ سرسید انتہائی مخلص انسان تھے اور استقلال مزاج، صبر، بردباری سنجیدہ شعور میں یکتائے روزگار تھے۔ انہوں نے مراسم کی زنجیریں توڑیں اور نئے آئین تہذیب و تمدن مرتب کیے جو آج بھی رائج ہیں۔ سرسید اور ان کے رفقاء نے مل کر ایک ایسا کالج بنایا جو اب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور جس نے ملت اسلامیہ ہندیہ کو سچے خدمت گذار اور وہ سب کچھ دیا جو اسے درکار تھا۔

سرسید نے قوم کو ہمت دلائی کام کرنے کے لیے اکسایا ناامیدی میں امید کا چراغ جلایا ان سے کہا کہ اپنی خامیوں کا احساس کرو اور ان کو دور کرو۔ خود شناسی و خود اعتمادی اور قول و عمل میں راستبازی کی تعلیم دی اور اپنے صبر و استقامت سے قوم مسلم کے مردہ جسم میں تازہ خون دوڑایا۔ لیکن سرسید ہندوستان کی سیاست پر اس وقت نمودار ہوئے جبکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمان بری طرح کچلا گیا تھا۔ قتل، پھانسیوں اور جائدادوں کی ضبطی کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا جو عرصہ تک جاری رہا تھا اور مکمل تسلط ہونے کے بعد ہی انگریز حکومت نے جونیئر ملازمتوں سے مسلمانوں کا مکمل اخراج کر دیا تھا بڑی ملازمتیں تو خیر ہندوستانیوں کو ملتی ہی نہ تھیں۔ سرسید ان حالات سے بے انتہا متاثر تھے۔ سرسید نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ سیاست سے الگ رہیں اور صرف تعلیم تک اپنے آپ کو محدود رکھیں۔ سیاست کو شجر ممنوعہ قرار دینے میں سرسید کا منشاء یہ تھا کہ مسلمان انگریزی کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہیں انگریز ہندوستان سے نہ جائیں کیونکہ وہی مسلمانوں کا تحفظ کر سکتے ہیں۔

کم و بیش ۹۰ سال سے زائد گذر جانے کے بعد آج جب ہم سرسید کی تقریر پڑھتے ہیں تو جہاں تک سیاسی فکر کا سوال ہے ہمیں سرسید عظیم نہیں معلوم ہوتے البتہ جہاں تک ان کی تعلیمی خدمتوں کا معاملہ ہے وہ آسمان عظمت کے مہر و ماہ نظر آتے ہیں۔ سرسید کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اندازہ ہی نہ کر سکے کہ ملک ضرور آزاد ہوگا اور نہ یہ سوچ سکے کہ تب مسلمانوں کا کیا حال ہوگا۔ ان کے پاس ہندوستان کی مختلف قوموں اور خاص کر ہندو مسلمانوں کے مسئلہ کا کوئی حل نہ تھا اس لیے انہوں نے راہ فرار اختیار کی، یہ بڑی جراءت کا کام ہے جس شخص نے اتنا بڑا ذہنی انقلاب پیدا کیا ہو جس نے ماحول کی پرواہ نہ کی ہو اور جملہ فرسودہ توہمات کو کچل ڈالا ہو وہ اتنا کم نظر تو نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ سرسید نے اپنی دیدہ وری سے اس کو سمجھ لیا ہو کہ جو جال بچھا ہوا ہے اس کا توڑنا ان کے بس کا کام نہیں اور ایک عبوری دور کے لیے ایک پالیسی اختیار کر لی ہو۔

سرسید صرف انگریزوں کی حکومت ہی سے مرعوب نہ تھے بلکہ ان کی تہذیب سے بھی اتنا ہی مرعوب تھے جس کسی نے تہذیب الاخلاق، انسٹی ٹیوٹ گزٹ کا مطالعہ کیا ہے یا سرسید کی تحریروں کو دیکھا ہے اسے معلوم ہے کہ وہ انگریزوں کی عادات اور ان کے اطوار اور ان کے رہنے اور کھانے کے طریقوں کے کتنے مداح تھے بلکہ مشرقی طرز کو غیر مہذب اور دیہاتی پن قرار دیتے تھے۔

مذہب کے معاملہ میں بھی ان کی مرعوبیت
کا یہی عالم تھا۔ چنانچہ کلام پاک کی جو تفسیر انہوں
نے لکھی اس میں ملائکہ، اجنہ، معجزات، معراج
جسمانی سب کا انکار کیا ہے۔ انگریزوں نے
اپنے پروپیگنڈے کی فنکاری کے مظاہرے
سے یہاں بھی تساہل نہیں برتی اور اپنے ریزہ
چینوں کی معرفت یہ مشہور کر دیا کہ علماء نے
سرسید پر جو کفر کا فتویٰ دیا تھا وہ اس لیے
تھا کہ مسلمان انگریزی تعلیم سے متنفر تھے۔
میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ
یہ کذب صریح ہے۔ انگریزی زبان، علوم
جدیدہ اور سائنس وغیرہ کی تعلیم حاصل کرنے
کی کسی عالم نے کبھی مخالفت نہیں کی۔ سید
جمال الدین افغانی جس نے سرسید پر بڑا کفر
کا فتویٰ دیا تھا خود ان علوم کی تعلیم کا زبردست
مبلغ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ سرسید جس طرح
مسلمانوں کو انگریزوں کے قدموں میں اس وقت
ڈال رہے تھے جب دنیا میں اسلام کی تباہی
کا انگریز زبردست جال بچھا رہا تھا ان سے علما
حق نے بیزاری ظاہر کی تھی۔ پس سرسید
پر کفر کا فتویٰ اس لیے تھا کہ انہیں نیچری قرار
دیا گیا تھا، انگریزی تعلیم دلانے کی وجہ سے نہیں۔
اس مسئلہ پر ایک عظیم ترین عالم و محقق و
عارف کی رائے ذیل میں درج کی جاتی ہے جس
کے بعد کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہے
گی۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے ۲۹ اکتوبر
۱۹۲۰ کو جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ کی بنیاد
رکھنے کے لیے جو اجتماع کیا گیا تھا اسکی صدارت
کرتے ہوئے اپنے خطبے میں فرمایا

"آپ میں سے جو حضرات محقق
اور باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ میرے
بزرگوں نے کسی وقت بھی اجنبی
زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے
علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا
فتویٰ نہیں دیا۔"
(تحریک خلافت صفحہ ۵ تا صفحہ ۶۳)

مولانا علی میاں مدظلہ العالی نے بھی
"اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" میں سرسید
اور ان کی تحریک پر بہت معتدل، متوازن،
تنقید و تبصرہ کیا ہے۔ لیکن طبقۂ علماء کے
ممتاز فرد ہونے کی بنا پر شاید کوئی انکی رائے
کو جانبداری پر محمول کرے۔ قاضی صاحب
علیگ ہیں اور جدید تعلیم یافتہ طبقے میں قابل
احترام شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے اپنی
انصاف پسندی اور حق پرستی کی بنا پر سرسید
کی تحریک پر جو مبصرانہ، محققانہ رائے قائم
کی ہے وہ "شہد شاہد من اہلہا"، کی
مصداق ہے۔

تحریک خلافت کی ممتاز شخصیات

تحریک خلافت اور تحریک آزادی میں
جن علماء شعراء ادباء لیڈران نے حصہ لیا تھا
قاضی صاحب نے ہر ایک کی ذات و خدمات
کا بہت مبصرانہ تذکرہ کیا ہے۔ مولانا ابوالکلام
آزاد مولانا عبدالباری فرنگی محلی حسرت موہانی
حکیم اجمل خاں ڈاکٹر انصاری ڈاکٹر کچلو وغیرہ
کو قاضی صاحب نے قریب سے دیکھا تھا اس
لیے ان کے کارناموں اور خدمات کا بلا کم و
کاست تذکرہ کیا۔ مولانا آزاد کے بارے میں
انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ خاص طور پر
قابل مطالعہ ہے، قاضی صاحب کی تحریر سے
مولانا کی زندگی کے چند نئے گوشوں پر روشنی
پڑتی ہے۔ مولانا آزاد نے ۱۹۲۰ء میں ہندوستان
سے ہجرت کا فتویٰ صادر کیا تھا اس فتوے
کی بنا پر ہزاروں گھرانے افغانستان کی طرف
ہجرت کے لیے نکل پڑے وہاں جا کر ان
مہاجرین کو بڑی دشواریوں اور مشکلات کا
سامنا کرنا پڑا بہت سے افراد مشکلات کی
تاب نہ لاکر جاں بحق ہو گئے اور اکثر مہاجرین
کو چارو ناچار ہندوستان لوٹنا پڑا یہ معلوم
نہیں کس بنیاد پر پڑھے لکھے طبقہ میں بھی
یہ بات مشہور ہو گئی کہ ہجرت کا یہ مشہور فتویٰ
مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے دیا تھا۔
قاضی صاحب نے حوالہ جات کے ساتھ ثابت
کیا ہے کہ یہ فتویٰ مولانا آزاد کا تھا مولانا
عبدالباری کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے
"تحریک خلافت" کی خوبیوں کا تذکرہ
کرتے ہوئے علمی بد دیانتی ہوگی اگر ہم اس کے
بعض کمزور پہلوؤں کی طرف اشارہ نہ کریں
اگرچہ یہ ہمارا منصب نہیں ہے پھر بھی دل

اخلاق نبویؐ کے چند نمونے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے حضرت اماں عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرمایا کہ ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارک سے آگاہ کیجئے تو آپ نے برجستہ جواب دیا کہ حضرت علیہ السلام کے اخلاق کی تشریحات قرآن کریم میں موجود ہے واقعی قرآن کریم کے صرف اس ایک جملہ پر غور وفکر کیا جائے جو سورت القلم کی دوسری سطر میں آیا ہے کہ انک لعلی خلق عظیم تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا مکمل خاکہ سامنے آجاتا ہے اسلام میں حسن اخلاق کی اہمیت کی وضاحت حضرت علیہ السلام کے اپنے کارناموں میں بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہیں احقر راقم عفا اللہ عنہ گلستان نبوی میں سے چند خوشبودار پھول اور آپ کی سیرت سے حسن اخلاق کے چند نمونے پیش خدمت کر رہا ہے تاکہ ہم اور آپ اپنے اخلاق کی اصلاح کر کے حسن اخلاق کی طاقتور روحانی تلوار سے دنیا کو پھر اپنی طرف متوجہ کر سکیں آئیے اب تاریخ کی اوراق گردانی سے اخلاق نبوی سے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

۱- ہر آدمی جانتا ہے کہ ابوجہل جس کا نام عمرو بن ہشام تھا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حد درجہ بغض، کینہ، حسد اور عداوت کا شکار تھا حتی کہ ایک بار اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بزعم خویش شہید کرنے کی ایک تجویز خود ترتیب دے کر اپنے گھر میں ایک گہرا کنواں کھود کر اس پر کھجور کے پتے ڈال کر اوپر مٹی ڈال دی اور خود بیماری کا بہانہ بنا کر گھر میں سو گیا خیال تھا کہ جب آنحضرتؐ کا گذر ہوگا تو آپؐ گر کر...... آپ کو بھی ابوجہل کی بیماری کا علم ہوا تو آپ اسکی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جب بالکل کنوئیں کے قریب پہنچے تو حق تعالےٰ شانہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ کو آگے بڑھنے سے روک دیں اور اس سازش سے بھی آپکو آگاہ کر دیجئے جب آپ کو اس سازش کا علم ہوا تو آپؐ واپس لوٹ گئے جب ابوجہل کو علم ہوا کہ آپؐ واپس جا رہے ہیں تو وہ آپکو بلانے کے لیے دوڑا اور اپنے ہاتھ سے کھودے ہوئے کنوئیں میں گر گیا گھر کے افراد پریشان ہوئے اور ابوجہل کو کنوئیں سے باہر نکالنے کے لیے کئی رسیاں ڈالیں مگر رسی چھوٹی ہو جاتی تھی۔ اس طرح سب داؤ ناکام ہو گئے تو ابوجہل چلایا کہ مجھے اس بھیانک کنوئیں سے محمدؐ کے سوا کوئی نہیں نکال سکے گا تو گھر کے افراد نے اس واقعہ کی خبر حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تو آپؐ یہ خبر سنتے ہی فوراً جائے واردات پر پہنچے حالانکہ بذریعہ وحی اطلاع مل چکی تھی کہ اس نے یہ کنواں آپ کے لیے کھودا ہے مگر جب ابوجہل کو اس کنواں میں گرا ہوا دیکھا تو برداشت نہ ہو سکا رسول خدا کو جب ابوجہل نے دیکھا تو تسلی ہوئی آپؐ نے اپنا دست مبارک کنوئیں میں ڈال کر ابوجہل کو باہر نکال دیا یہ معجزہ دیکھ کر بھی وہ ایمان نہ لایا اور غزوہ بدر میں دو چھوٹے بچوں کے ہاتھوں بری طرح مارا گیا۔

۲- ایک مرتبہ ایک اجنبی آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور آپ کے جلال نبوت کو دیکھ کر کانپنے لگا آپؐ نے یہ دیکھ کر انتہائی محبت اور پیار سے فرمایا میں بادشاہ وغیرہ نہیں ہوں میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی ہاں میں اللہ کا نبی ہوں اور کلمہ طیبہ کی دعوت دیتا ہوں۔

۳- ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی تشریف فرما رہے تھے کہ دوران سفر ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کرنے کی غرض سے سو گئے تو دشمنان اسلام میں سے ایک شخص غوث بن حارث لالچ کے تحت آپ کو العیاذ باللہ قتل کرنے کی غرض سے آ دھمکا دیکھا کہ آپؐ بالکل تنہا سوئے ہوئے ہیں غوث موقع کو غنیمت جان کر آگے بڑھا کہ آپؐ پر تلوار سے حملہ کر سکے مگر الحمد للہ کہ آپکی آنکھ کھل گئی غوث نے کہا کہ اب آپکو میری تلوار سے کون بچائے گا؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ جو ہمیشہ سے بچاتا آیا ہے وہی میرا رب ہے اور وہی مجھے بچائے گا فوراً جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور اس غوث نامی شخص کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر اس کو خوف زدہ کر دیا اس خوف میں اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی نبی کریم علیہ السلام نے تلوار اٹھالی اور فرمایا اب تجھے کون بچائے گا؟ غوث کے جسم میں کپکپی پیدا ہو گئی اور وہ کانپنے لگا مگر رسول خدا علیہ السلام نے اسی

وقت اس کو معاف کر دیا اور تلوار بھی اسے واپس کر دی جب یہ غورث تلوار لے کر اپنے قبیلے پہنچا تو آپ کے اخلاق کا ذکر کر کے چیختا رہا کہ آج تک ایسے حسن اخلاق کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا جو اپنے جانی دشمن کو اسی وقت فوراً معاف کر دے۔

۴۔ ایک مرتبہ ایک بدوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس چراگاہ میں جتنی بکریاں ہیں وہ سب کی سب مجھے بخشش کر دو آپ نے فوراً وہ سب بکریاں اس بدو کو دے دیں اس بہت بڑی سخاوت کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اپنے قبیلے میں جا کر تبلیغ کی کہ اسلام قبول کر لو داعیٔ اسلام علیہ السلام کے اخلاق بہت ہی عمدہ ہیں اور وہ اتنا دیتے ہیں کہ ان کو اپنے غریب ہونے کا احساس تک بھی نہیں ہوتا۔

۵۔ ایک غریب صحابی رض کی شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی مگر مقررہ تاریخ تک اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا آنحضرت علیہ السلام کو علم ہوا تو آپ نے گھر سے سب اسباب اس کو مہیا کر دیا اور اپنے گھر میں کچھ بھی نہ رکھا۔

۶۔ ایک مرتبہ ایک بدوی آنحضرت علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا چونکہ اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور وہ بدو آداب مسجد سے واقف نہیں تھا اس لیے وہ مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنے لگا لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں اور اس کو فوراً اٹھنے کا حکم دیا آنحضور علیہ السلام نے سب کو روک دیا اور فرمایا اس کو پیار اور اخلاق و محبت سے سمجھاؤ اور پانی بہا کر جگہ کو صاف کر دو پیشاب کر لینے کے بعد آپ نے اس بدو کو اچھی طرح سمجھایا کہ مسجد کے آداب کیا ہیں؟ اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ آنحضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے آپ نے دیکھا کہ مسجد کے صحن میں کسی نے ناک صاف کی ہوئی تھی آپ نے اپنے دست مبارک سے اسے صاف کر دیا اور پھر لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ خانہ خدا میں اس طرح غلاظت پھینکنے سے پرہیز کریں اور صفائی کا خاص خیال کریں۔

۷۔ ایک یہودی کے لڑکے کو نبی کریم سے محبت تھی مگر وہ مسلمان نہیں تھا وہ ایک دفعہ بیمار ہو گیا نبی کریم علیہ السلام اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور تسلی دی اس کی صحت کے لیے دعا فرمائی اور اسے مشورہ دیا کہ لڑکے اسلام قبول کر لو وہ لڑکا اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا اس لڑکے کا باپ یہودی تھا لیکن وہ بھی حضرت علیہ السلام کے حسن اخلاق سے بہت ہی متاثر تھا اس لیے بیٹے کو کہا کہ آپ بات مان لو چنانچہ اس یہودی لڑکے نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا ؎

کون کہتا ہے کہ پھیلا دین محمدؐ کا تلوار سے
نہیں بلکہ پھیلا ہے دین محمدؐ کا اخلاق سے

۸۔ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے دیکھا کہ ایک بہت ضعیفہ اور کمزور عورت مکہ مکرمہ سے اپنا سامان باندھ کر کہیں جا رہی ہے نبی کریمؐ نے دریافت فرمایا کہ اے بوڑھی بی تو کہاں جا رہی ہے؟ جواب ملا کہ مکہ مکرمہ میں ایک جادوگر ہے جو اپنے جادو کے اثر سے اپنے ماں باپ کے عقائد سے منحرف کر دیتا ہے اس کے ڈر سے وطن چھوڑ کر جا رہی ہوں فرمایا بڑی بی یہ سامان تو بہت وزنی ہے تو نہیں اٹھا سکیگی اس لیے اگر تو کہے تو یہ سامان منزل مقصود تک میں اٹھانے میں تیری مدد کروں؟ اس نے جواب دیا کہ اگر تو سامان اٹھا کر بھاگ جائے تو میں ایک بوڑھی عورت ہوں تیرا کیا کر سکوں گی فرمایا تم میرے دامن کو پکڑ کر چلو اگر کہیں بھاگوں تو کھینچ لو اس بوڑھی عورت نے یہ مشورہ قبول کر لیا اس لیے کہ سامان کا وزن اس کی حیثیت سے بہت ہی زیادہ تھا جب آپ نے منزل مقصود تک اس بوڑھی اور کمزور عورت کو پہنچا دیا تو اس نے نبی کریم علیہ السلام کا پھر شکریہ ادا کیا کہ بیٹا اللہ تعالیٰ تجھے بامراد بنائے خوش رکھے میں تیرے اخلاق سے بہت متاثر ہوئی ہوں نبی کریم علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا کہ بی اماں میں وہی تو ہوں جس کے خوف اور ڈر سے آپ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر یہاں آ پہنچی ہو وہ بوڑھی حیران رہ گئی اور کہا کہ اگر وہ شخص واقعی تم ہی ہو تو خدا کی قسم اس اخلاق عظیم کا مالک کبھی غلط نہیں ہو سکتا تم صادق ہو میں تم پر ایمان لاتی ہوں۔ پھر اس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گئی روایات میں آیا ہے کہ اس بوڑھی عورت نے جب نبی کریمؐ کا دامن پکڑا ہوا تھا تو آپکو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور نعمت اسلام سے سرفراز فرمائیں گے اس لیے کہ جو آپ کا دامن پکڑ لے وہ جہنم میں نہیں جا سکتا۔

۹۔ نبی کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں کوئی بڑے سے بڑا دشمن آپ کی خدمت اقدس میں معافی کا خواستگار ہو کر حاضر خدمت اقدس ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود شرم کی وجہ سے گردن مبارک جھکا لیتے تھے گویا آپکو اس سے بھی شرم آتی کہ میرے سامنے یہ عاجزی سے معافی مانگ رہا ہے۔

۱۰۔ جنگ احد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی ایک گہرے زخم لگے حتیٰ کہ دندان مبارک بھی شہید ہو گئے آپ کے متعدد اولو العزم ساتھی بھی شہید کر دیئے گئے صحابہ کرام رض نے بھی ان دشمنان خدا و رسول کے لیے بد دعا کی درخواست کی۔ نبی کریمؐ مسکرائے اور فرمایا مجھے بد دعا کرنے سے شرم محسوس ہوتی ہے اس کے بعد دعا فرمائی اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما تاکہ یہ سیدھا راستہ اختیار کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں نیز حسن اخلاق کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن مومن کی میزان عمل میں سب سے زیادہ وزنی اور بھاری چیز جو رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے آپ ہمیشہ ہی عمدہ اخلاق کو اپنی ہر مجلس میں خوب سراہتے ہوئے فرماتے لوگو اپنے اخلاق کو بہتر بناؤ یعنی بندگان خدا کے ساتھ اچھے اور عمدہ اخلاق سے پیش آؤ فرماتے کہ میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ میں تمہاری اخلاقی خوبیوں کو کمال و عروج

باقی صفحہ ۲۱ پر

از سید عطاء الرحمٰن جعفری بی۔ اے آنرز

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا لیکن قوم کی بد قسمتی دیکھئے۔ یہاں کئی حکمران آئے اور اپنی شہنشاہیت کا ڈنکا بجا کر رخصت ہو گئے۔ بہت سی وزارتیں بنیں اور بگڑیں۔ بہت سے دور آئے اور گئے لیکن افسوس صد افسوس اس قوم کی قسمت نہ بدلی اور یہاں کے باشندوں کو اسلام کا سایۂ رحمت نصیب نہ ہوا ہر آنے والے حکمران نے "اسلام" کا نعرہ لگایا لیکن عملی صورت میں یہاں اسلام نافذ کرنے کی کسی کو توفیق نہ ہوئی۔

آخر بارہ ربیع الاول مسلمانانِ پاکستان کے لیے مبارک دن ثابت ہوا اور اس دن پاکستان میں تیتیس سال کے طویل عرصہ کے بعد اسلامی نظام کا سورج طلوع ہوا۔ قومی اتحاد کے وزراء کی مساعی جمیلہ سے حکومت بعض اسلامی دفعات کا اعلان کرنے پر مجبور ہوئی اس تاریخی اعلان کا نہ صرف ملک میں خیر مقدم ہوا بلکہ عالم اسلام نے بھی کھل کر داد دی۔

مگر افسوس تاریخی اور متفقہ اعلان کے بعد مفاد پرستوں اور بزعم خود "اہل سنت" لیڈروں نے کبھی "غریبوں کا اسلام" اور کبھی حقوق اہل سنت کے کھوکھلے نعروں سے قوم کو مرعوب کرنا شروع کر دیا یہ سب سازشیں اسلامی نظام کو ناکام بنانے کے لیے ہیں۔ اور فرقہ واریت کی آڑ میں اپنا سیاسی مستقبل چمکانے کی تگ و دو ہے۔ دراصل اپنے لوگوں کو نہ قوم کی پرواہ ہے اور نہ ملک کی۔ ان کی نظریں بس اپنے سیاسی حالات پر ہی رہتی ہیں۔ دنیا کسی طرف جائے انہیں اس سے غرض نہیں حالات کیا رُخ اختیار کرتے ہیں انہیں اس سے مطلب نہیں۔ ان کی غلط روش سے ملکی حالات میں کیا کشیدگی پیدا ہوتی ہے اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ انہوں نے اپنے گروہ کے نام پر بیان دینا اور جلسہ کرنا ہے اپنی نمود و نمائش کے لیے انہیں صرف نفرت پھیلانا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تفرقوں میں اضافہ ہو اور ان کی سیاسی دوکان چمکے۔ کشیدگی اور انار کی پھیلے اخبارات میں شہرت ہو کہ وہ اختلاف رائے رکھتے ہیں۔

خدا خدا کر کے ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب ہوا تھا کہ ہم اسلامی قوانین سے بہرہ ور ہوں ورنہ تیتیس برس تک ہم انگریزوں کے قوانین پر عملدر آمد کرتے رہے ہیں اور غیر ملکی نظریات امپورٹ کرتے رہے ہیں دنیا ہمارا مذاق اڑاتی رہی کہ اسلام قابل عمل نہیں ہم نے اس چیلنج کو قبول کیا کہ ہم اسلام کی عملی صورت پاکستان میں دکھلا دیں گے۔ اس لیے ہم نے ہر اختلاف کو پس پشت ڈال دیا۔ متحد و متفق ہو گئے اور "بھٹو جائے۔ اسلام آئے" کا نعرہ لگا کر "نظام مصطفےٰ" کے نام پر ایک عظیم الشان تحریک چلائی جس کی نظیر برصغیر کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارا خدا ایک ہمارا رسول ایک۔ ہماری کتاب ایک ہمارا بنیادی مقصد اسلامی نظام ہے۔ ہمارے اختلافات فروعی ہیں اور ہم نے اس کا عملی نمونہ بھی دکھلا دیا۔ ایک جگہ بیٹھ گئے۔ قومی اتحاد کے پرچم تلے جمع ہو گئے آپس میں صلاح مشورہ کیا "نظام مصطفےٰ" پر ہم نے اتفاق کیا۔ حکومت میں شامل ہو کر اسلامی نظام اور انتخابات کی تاریخ کا تعین کروایا۔ اعلان بھی ہو گیا سوشلزم والوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی اور اسلام دوستوں کے گھروں میں شادیانے بجنے لگے۔ لیکن منافق لوگ پریشان ہونے لگے پیپلز پارٹی کے دور کے سرکاری افسران نے اسلامی قوانین کو عملی رنگ اختیار کرنے نہ دیا۔ بات بات پر قدغن لگائی اور اسلامی قوانین کو غیر موثر کر دیا۔ ادھر تحریک استقلال اور نورانی صاحب نے جو نظامِ مصطفیٰ کے شہیدوں سے غداری کر کے ذاتی مفاد کی بنا پر پاکستان قومی اتحاد سے علیحدہ ہوئے تھے۔ محض افراتفری پھیلانے کے لیے "غریبوں کا اسلام" اور "اہل سنت کے حقوق" کی دہائی دینے لگے۔

خدانخواستہ اگر ہمارے ملک میں فرقوں کی بنیاد پر سیاست کرنے کی روایت قائم ہو گئی تو یہ ہمارے وطن عزیز کے لیے تباہ کن ہوگا۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے راہنما اور خاص طور پر نورانی میاں قومی اتحاد سے علیحدہ ہونے کے بعد یہی خدمت سرانجام دے رہے ہیں کہ قوم کو فروعی اختلافات کی بنیاد پر فرقوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ مساجد کا پرامن ماحول مکدر کرنے میں انہیں پیپلز پارٹی کے غنڈوں کا علانیہ تعاون حاصل ہے نفرت کے یہ شعلے ملک کے امن و امان کو خاکستر کر دیں گے۔

مولانا نورانی کو گھمنڈ ہے۔ کہ اہل سنت ان کے ساتھ ہیں۔ لیکن وہ یہ سمجھ نہیں پاتے کہ ملک میں اکثریت اہل سنت کی ہے۔ اسی لیے ملک میں اس وقت تیس چالیس سیاسی جماعتیں ہیں۔ ہر ایک میں اہل سنت کی ہی اکثریت ہے۔

نورانی میاں کی جماعت صرف تین فیصد اہل سنت کی نمائندگی کرتی ہے۔ حیرت ہے کہ انہوں نے ۱۹۷۰ء کے الیکشن سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا ہے جبکہ اسلامی جماعتوں نے مغربی پاکستان میں ۶۵ فیصد اور پیپلز پارٹی نے صرف ۳۵ فیصد ووٹ حاصل کئے تھے۔ لیکن اسلامی جماعتوں کے نفاق کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ پیپلز پارٹی یعنی اقلیتی پارٹی نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی۔

مسلمانوں نے اتحاد کی بدولت ہی دنیا میں کامرانیاں حاصل کیں اور جب اختلافات کی ہوا چلی تو شکستوں کا سامنا ہوا۔ اور مستقبل تاریک ہو گیا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی۔ نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت بدلنے کا۔

مولانا نورانی قومی اتحاد سے کنارہ کش ہو کر ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنانے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں۔ کبھی ڈینگ ماری جاتی ہے کہ انتخابات کے نتیجہ کی صورت میں جمعیتہ کو اکثریت حاصل ہوگی۔ کبھی شیخی بگھاری جاتی ہے کہ ہماری پارٹی سب سے بڑی ہوگی۔

مسلمانوں میں غوغا یہ کرنا اہل سنت کی کوئی خدمت نہیں ہے اللہ تعالے کو مغرور لوگ پسند نہیں ہمیں اللہ کے قہر سے ڈرنا چاہیے۔

پاکستان میں اصل مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول کا نفاذ ہے۔ ہم سب مسلمان ہیں۔ ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ ہم ہر ایسے قانون کو ٹھکرا دیں گے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔ ہم سب متحد ہو کر دین کے دشمنوں اور منافقوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیں گے۔ وہ لوگ جو ہمارے فروعی اختلافات کو ہوا دے رہے ہیں اور "غریبوں کا اسلام" یا ہماری معیشت سوشلزم ہے" یا حقوق اہل سنت کے اجارہ دار بنتے ہیں۔ ان دلفریب اور گمراہ کن نعروں کے سہارے اپنی سیاست چمکانا چاہتے ہیں ناکام ہوں گے۔ منافقوں کی چالیں اور سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ ہم پاکستان میں متحد و متفق ہو کر اسلامی نظام کے تجربہ کو کامرانی سے ہمکنار کر سکتے ہیں جب ہم یہاں کامیاب ہوں گے تو عالم اسلام میں اس نظام کو پھیلائیں گے۔ خدا کی نصرت ہمارے قدم چومے گی۔ یہ نظام عالم اسلام سے نکل کر عالم کائنات میں پھیل جائے گا اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔

بقیہ: اللہ والوں کی دنیا

تک پہنچاؤں اور تمہیں اخلاقی پستیوں سے نکال لوں آپ کی اکثر دعا یہ ہوا کرتی تھی اللّٰھم احسنت خلقی فاحسن خلقی اے میرے اللہ تو نے اپنے کرم سے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی اچھے کر دے ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن اچھے اخلاق کے ذریعہ پے درپے روزہ رکھنے والا اور عابد و زاہد کا درجہ پا لیتا ہے ایک صحابیؓ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں کس سبب سے زیادہ تر لوگ لوگ داخل ہوں گے آپ نے فرمایا اللہ کے خوف اور خوش خلقی سے آپ نے ایک بار فرمایا کہ مجھ سے سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ پسندیدہ قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق و عادات عمدہ ہیں اور مجھے قیامت کے روز سب سے زیادہ ناپسندیدہ لوگ ہونگے جو حرف باتونی ہوں یعنی چرب زبان اور تفنع سے با[illegible] کرنے والے ہوں۔ ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بار بار بڑی تاکید سے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا اخلاق عمدہ رکھو غصہ ہرگز نہ کرو اور اگر غصہ آ بھی جائے تو اس کو ضبط کرنے کی کوشش کیجئے پھر فرمایا پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ صحیح پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو پچھاڑ دے۔ یعنی غصہ کو قابو میں رکھے ویسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمیع عادات حسن اخلاق کی آئینہ دار ہیں آپ کے فرمودات اور اتباع سنت میں ہمارے علماء دیوبند کثرھم اللہ تعالیٰ نے بھی اخلاق کا ایسا مظاہرہ کیا کہ گالیاں دینے والوں کو بھی دعائیں دیں حضرت شیخ الہند رحؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک تحصیلدار آپکو ملنے کی غرض سے آیا مگر آپکی غیر معمولی سادگی سے دھوکے کا شکار ہو کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل خانے میں پانی ڈالنے کے لیے کہا آپ نے بلا تامل اٹھ کر غسل خانہ میں پانی وغیرہ ڈالا پھر اس نے کہا اب مجھے حضرت شیخ الہندؒ کی بارگاہ تک پہنچانے میں مدد کریں آپ کو معاوضہ ادا کروں گا آپ نے فرمایا محمود حسن تو میرا نام ہے اور لوگ مجھے ہی شیخ الہندؒ کے نام موسوم کرتے ہیں جب اس کو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہندؒ آپ ہی ہیں تو وہ پاؤں پر گر گیا زار وقطار رونے لگا کہ میری عاقبت بھی خراب ہو گئی ہے مگر آپ برابر اس کو تسلی دیتے رہے کہ نہیں بھائی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہاں اگر آپ کی نظر میں میری توقیر ہے تب بھی سید القوم خادمہم۔ اسی طرح حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ کے اخلاق کی بلندیاں بڑے بلند مقام تک پہنچی ہوئی تھیں یہاں تک کہ جن لوگوں کو حقہ پینے کی عادت ہوتی اور حقہ نہ ملنے کی وجہ سے پریشان ہوتے تو حضرت شیخ رحؒ خود حقہ وغیرہ تیار کر کے بھی پیش کرتے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھے اخلاق وسعت ظرف نصیب فرماتے ہیں آج کل جن عادات کو "حسن اخلاق" سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ حسن اخلاق نہیں صرف کاروباری زبان ہے جسے ہم "باتونی" کہہ سکتے ہیں ہماری اپیل ہے کہ حسن اخلاق کی تلوار سے لوگوں کے ذہن اسلام کی طرف مائل کیجئے یہ وقت کا بہت بڑا جہاد ہے غلط نظریات کے حامل لوگ چرب زبانی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر اہل اسلام اسلامی اخلاق کے ایٹم بم سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

محمد نعیم ترین کورس زیارت

حق تعالیٰ صورتوں کو نہیں اعمال کو دیکھتا ہے

ایسے قلب صافی پر بے استاد و کتاب براہِ راست علوم خداوندی کا فیضان ہوتا ہے اور وہ روشن سے روشن تر ہو جاتا ہے مگر یہ شان مادی علوم کی نہیں صرف روحانی اور شرعی علوم کی ہے جب کہ ان پر عمل کیا جائے۔ حدیث میں ہے۔ عمل کی برکت سے حق تعالیٰ قلب میں وہ علوم ڈالتا ہے جو پہلے اس میں نہ تھے انسان اگر انسانیت چاہتا ہے تو اولاً عالم بنے پھر عامل بنے تب آخرکار علم لدنی کا وارث بنتا ہے پس ابتدائی علم علم وراثت ہے اور انتہائی علم علم وراثت ہے۔ یہ کتابوں کے درس و مطالعہ کا علم علم درایت ہے۔ اور اس کی عملی مشق سے پیدا شدہ بصیرت و گہرائی علم درایت ہے۔ مگر علم وراثت نصیب ہوتا ہے علم وراثت ہی سے پس مدارس علم وراثت سکھاتے ہیں اور علم وراثت کا راستہ صاف کرتے ہیں اگر یہ مدارس دینیہ نہ ہوں تو نہ علم وراست ملے نہ علم وراثت پس یہ مدارس اس لئے قائم کئے جا رہے ہیں کہ جو علوم ہمیں انبیاء سے وراثت میں ملے ہیں اِن کو انسانوں تک پہنچا کر انسانوں کو انسان بنایا جائے۔ اِس لئے یہ مدارس گویا سچے انسانوں کو ڈھالنے کی فیکٹریاں ہیں پس سائنس کی فیکٹریاں اور مشینریاں سامان ڈھالتی ہیں اور یہ مدارس کی فیکٹریاں انسان ڈھالتی ہیں جس کے ظاہر و باطن علوم انبیاء سے روشن ہوں۔ مادی علوم محض ظاہری ٹیپ ٹاپ اور نمائش سکھاتے ہیں۔ اور یہ حقیقی علوم (علوم شرعیہ) باطن کی آراستگی سکھاتے ہیں مادی علوم صورت کا جمال بخشتا ہے اور روحانی علم سیرت کا جمال عطا کرتا ہے اور محض صورت کا ایک عارضی حسن و جمال ہے۔ جو جاتا آتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن مٹ جائے گا۔

اسے تو دو دن بخار ہی آکر مٹا دیتا ہے یہ تمام رعنائی اور زیبائی ختم ہو جاتی ہے اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو بڑھاپے سے یہ ظاہری جمال کے سارے نقش و نگار زائل ہو جاتے ہیں۔ اور بڑھاپا بھی نہ آئے تو موت تو کہیں گئی ہی نہیں وہ تو ساری صورتیں اور خوبصورتیں مٹا کر رہتی ہے البتہ سیرت پر اس کا بس نہیں چلتا۔ سیرت دنیا میں جیسی بھی بنا لی جائے اسے موت مٹا نہیں سکتی وہ قبر میں حشر میں اور اس کے بعد برابر قائم رہتی ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔ اٹھائے جاؤ گے تم جس حال میں مرو گے۔ اور مرو گے تم جس حال میں تم زندہ رہو گے حشر تمہارا اِس حالت پر ہوگا جس حالت پر موت آئی اور موت اس حالت پر آئے گی جس پر زندگی گزاری ہے۔ آج کل نوجوان صورت کے بنانے سنوارنے میں مصروف ہیں۔ حالانکہ اس چیز کے بنانے سے کیا فائدہ جو بنی ہے بگڑنے کے لئے۔ یعنی محض صورت آرائی شہوت رانی ہے۔ اور سیرت آرائی مردانگی ہے۔ پس آپ اس صورت کو کہاں تک بنائیں گے جو بگڑنے ہی کے لئے بنی ہے اس کو کہاں تک بنائیں گے سنواریں گے۔ بنانا اس چیز کا ضروری ہے جو بگڑتی نہ ہو۔ اور وہ سیرت و اخلاق فاضلہ اور علوم و کمالات ہیں۔ دنیا میں صورت فتنہ کا ذریعہ بنتی ہے اور سیرت عز و جاہ کا۔ یوسف علیہ السلام کنعان کے کنوئیں میں ڈالے گئے مصر کے بازار میں کھوٹے داموں بیچے گئے۔ زلیخا کے غلام بنے پھر جیل خانہ میں قید ہوئے یہ سارے فتنے حُسن صورت نے پیدا کئے۔ لیکن جب مصر کی حکومت ملنے کا وقت آیا تو وہاں سیرت نے کام کیا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کی حکومت کا مطالبہ کرتے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ۔ اجعلنی علی خزائن الارض انی حسین جمیل بلکہ انی حفیظ علیم کہا تھا یعنی علمی اور عملی سیرت پیش کی تھی جس سے حکومت ملی صورت پیش نہیں کی تھی۔ جس سے غلامی اور جیل کی قید و بند ملی تھی۔ پس حسن صورت فتنہ پیدا کرتا ہے اور حسن سیرت عز و جاہ پیدا کرتا ہے انبیاء علیہم السلام اسی سیرت کے سنوارنے کے لئے اس دنیا میں تشریف لائے ہیں صورتوں کی آرائش کے لئے نہیں۔

حق تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمالوں کو دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا۔ اس کی نظر تمہارے دلوں اور اعمال پر ہے۔

وہاں یہ معیار نہیں کہ جو دولتمند اور خوبصورت ہو۔ اسے قبول فرمائے اور جو غریب بدصورت ہو اُسے رَدّ کر دے۔ یہی معیار انبیاء علیہم السلام کے ہاں بھی ہے کہ وہ آدمی کا رد و قبول حسن و صورت سے نہیں بلکہ حسن و سیرت سے کرتے ہیں۔ دنیا والوں کے ہاں رَدّ و قبول کا معیار حسن و صورت اور دولت ہے۔ حضرت بلال حبشی صورتاً سیاہ تھے غلام حبشی تھے مگر حضرت عمر ان کو ھو سیدنا و مولانا فرماتے صحابہؓ کی گردنیں بلالؓ کے آگے جھک جاتیں حسن و صورت کی وجہ سے نہیں کہ وہ تھا ہی نہیں بلکہ حسن و سیرت کی وجہ سے کہ وہ بحدِ کمال ان میں موجود تھی حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔

ما رایت افضل من عطاء ابن ابی رباح

حالانکہ وہ صورت کے کالے تھے۔ وہ صورت کی تعریف نہیں سیرت کی تھی۔ جس نے کالوں کو گوروں کے اوپر حاکم بنایا اور سیرت وہ ہی چیز ہوں

سے بنتی ہے۔ قوت اور قوت اخلاق۔ یعنی عمل اِن ہی دونوں قوتوں سے آدمی باقی مخلوق پر فائق ہوتا ہے۔ دولت سے اور جہالت سے۔

مدارس دینیہ سیرت سنوارنے کے لئے ہیں۔

پس یہ مدارس دینیہ انسانیت کے اِن ہی دو جوہروں کے پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ اگر یہ مدارس نہ ہوں تو انسانیت دنیا سے ختم ہو جائے گی کالج اور یونیورسٹی میں لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ مگر وہاں انسانیت نہیں سکھائی جاتی صرف صورت انسانی بنائی جاتی ہے۔ ان ٹوٹے پھوٹے مکانوں میں جن کا نام مدرسہ اور خانقاہ ہے حقیقت انسانیت سکھائی جاتی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر چلنے حتیٰ کے فقر و فاقہ تک سے بھی انسانیت حاصل کر لینی سکھائی جاتی ہے۔ زہد و قناعت اسی علم کی بدولت قائم ہے۔ یہ علما تنخواہ پچاس ۵۰ روپے پر بخوشی گزارہ کر لیتے ہیں۔

ورنہ آج کل سو روپے کیا وقعت رکھتے ہیں یہ اسی سیرت کی خوبی کا کمال ہے کہ یہ لوگ اس تھوڑے پر راضی اور مطمئن ہیں۔ حضرت مولانا نانوتوی رحؒ اس شعر کو بار بار پڑھتے اور کیف لے لے کر پڑھا کرتے تھے۔

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم۔
دستار نداریم غم پیچ نداریم۔ اور کبھی فرماتے
لنگلے زیر و لنگلے بالا۔ نے غم درد نے غم کالا
کس نیاید بہ خانہ درویش۔
کہ خراج زمین و باغ بدہ۔

کل تک ہم زہد و قناعت کی فضیلت محض شرعی تعلیم پیش کر کے تبلاتے تھے لیکن آج زمانہ نے اس کی خوبیوں کا خود دنیا والوں کو مشاہدہ کرا دیا ہے۔

ہزاروں من غلے والے غیر مطمئن ہے لاکھوں کروڑوں روپے والے پریشان حال اور نالاں ہیں۔ لیکن جن کے پاس غلہ ہی نہیں بالقدر ضرورت ہے وہ مطمئن ہیں۔ پس دنیا کی کثرت و سرمایہ داری کی افراط حسن نہیں ایمان اور تقوی حسن ہے ورنہ دنیا کی کثرت کا تو حال ہے کہ جب آتی ہے جب بھی مصیبت لے کر آتی ہے اور جب جاتی ہے جب بھی مصیبت چھوڑ کر جاتی ہے۔ بہر حال اس کے بٹورنے کی مساعی کی جگہ اگر آپ اپنی سیرت کو بنانے کا فکر کریں تو دنیا ہاتھ سے نہ جائے گی اور آخرت بھی درست ہو جائے گی۔

حاصل یہ ہے کہ انسان کو [illegible] ہی کی وجہ سے افضیلت اور نیابت ملی اور وہ کائنات کی ساری ذی شعور مخلوقات پر بازی لے گیا۔ اس لئے اس فضیلت کو اپنے حق میں باقی کر لیجئے اور جو منصب حق تعالےٰ نے بلا قیمت عطا فرما دیا ہے اِس کے تحفظ کی سعی کیجئے۔ حق تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ علم بھی حاصل کریں۔ اور عمل سے بھی آراستہ ہوں۔ (آمین)

بقیہ: خطوط

سات ہزار روپے وصول کر رہی ہے جب کہ گورنمنٹ نے صرف دو ہزار روپے لینے کا آرڈر کیا ہوا ہے اس ایجنسی کا نام دو چوہدری ریکروٹنگ ایجنسی لائسنس نمبر 5055 RWP/78 ڈھوڑیہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات ہے۔

دوبئی میں مقیم ایک پاکستانی۔

ملکی سالمیت کے لئے ۱۷ نومبر کو انتخابات ضروری ہیں

حضرت عبداللہ درخواستی

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت نے سیاسی جماعتوں پر رجسٹریشن کی جو پابندی لگائی ہے سراسر غیر جمہوری ہے اس پابندی کا مقصد سیاسی جماعتوں کو مطلع سیاست سے ہٹانا ہے۔

انہوں نے کہا کہ سیاسی جماعتیں متحد ہو کر اس پابندی کو ختم کرانے کی سعی کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ سیاسی جماعتیں ٹریڈ یونینیں نہیں ہیں کہ اپنے آپ کو سرکار کے پاس رجسٹرڈ کروائیں۔ اس نوع کی پابندیوں سے جماعتوں کی آزادی میں خلل پڑتا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت سیاسی جماعتوں کو جمہوری اقدار کو بحال کرنے سے روکنا چاہتی ہے

انہوں نے کہا کہ صدر کو بار بار اپنے موقف میں تبدیلی نہیں لانی چاہیئے اس سے ان کی اپنی حیثیت مجروح ہوتی ہے اور ان کے انتخابات کرانے کے وعدے پر زد پڑتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ اگر ۱۷ نومبر کو انتخابات نہ ہوئے تو یہ پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دور ہوگا اس سے اسلام سے محبت رکھنے والوں کو دھچکا پہنچے گا اور وہ عناصر جو اسلام کو نقصان پہنچانے کا کوئی بھی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام پسند جماعتوں اور گروہوں کے خلاف کھلم کھلا میدان میں آجائیں گے۔

انہوں نے صدر کے اس بیان پر سخت نکتہ چینی کی کہ انتخابات پر قومی سلامتی کو ترجیح دی جائے گی۔

انہوں نے کہا کہ انتخابات ملتوی کرنے کے کسی بہانے کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

ڈاکٹر کی تعیناتی کا مطالبہ

مجلس تحفظ حقوق اہل سنت جلال پور مہر دالہ کا اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر رشید احمد یزدانی منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا خدا بخش فاروقی۔ عبدالرحمٰن جامی النقشبندی، مولانا خلیل احمد۔ حکیم غلام مرتضےٰ نے ایک بیان میں حکومت سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ سول ہسپتال جلال پور مہر دالہ میں جلد از جلد ایم بی بی ایس ڈاکٹر تعینات کیا جائے واضح رہے ایک عرصہ سے یہاں کے میڈیکل آفیسر محکمانہ تربیت کے لئے لاہور گئے ہوئے ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں ابھی تک کسی دوسرے ڈاکٹر کی تقرری عمل میں نہیں آئی جس سے عوام کو سخت پریشانی کا سامنا ہے۔ اجلاس نے صدر صاحب سے خصوصی اپیل کی ہے کہ اس طرف توجہ کی جائے کیونکہ یہاں کے لوگ بہت غریب ہیں اور پسماندہ علاقہ ہے۔

مجلس تحفظ حقوق اہل سنت جلال پور
مہر دالہ ضلع ملتان۔

انتظامیہ کی اندھیر نگری

گذشتہ دنوں عوام کے محافظ ایک صوبیدار دو سپاہیوں نے پورے شہر حاتلی میں تہلکہ مچا دیا ایک معزز شہری ہوٹل میں چائے پینے کی غرض سے کرسی پر بیٹھا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک درندے کی شکل میں ایک صوبیدار دو کھیڑے سپاہی بھی نمودار ہوئے تمام ہوٹل خالی ہونے کے باوجود اس بیٹھے ہوئے معزز شہری سے یوں گویا ہوئے کہ آپ یہاں سے اٹھ جائیں ہم نے بیٹھنا ہے اس نے اتنا کہا کہ آپ دوسری جگہ بیٹھ سکتے ہیں میں پہلے کا بیٹھا ہوا ہوں اس گستاخی پر اسے ہوٹل میں ہی لٹا کر زدوکوب کرنا شروع کر دیا نیم مردہ حالت میں چھوڑ گئے وہ بیچارہ اٹھ کر گھر پہنچا یہ حالت دیکھ کر اس کا والد جو تحقیق کرنے گیا اس کو بھی بری طرح پیٹا گیا

جس سے پورے شہر میں شور اٹھا خوف و ہراس پھیل گیا لیکن ستم یہ کہ آج تک کچھ نہ ہوا انتظامیہ کی ملی بھگت اور معزز شہریوں کو رسوا کرنے کا اس سے بڑھ کر کونسا حربہ استعمال کیا جائیگا۔

سیمنٹ کی قلت کی یہ حالت ہے کہ چھ ماہ کی درخواستیں دینے کے باوجود۔ پچاس روپے تک بوری میسر نہیں ہوتی۔ جب کہ نو میل کے فاصلے پر ٹنڈو محمد خان سرعام جتنا سیمنٹ چاہو مل جاتا ہے آخر اتنی اندھیر نگری کیوں ہے۔ ان حالات میں مارشل لاء کو زیادہ دیر تک کیسے قبول کیا جاسکتا ہے جب کہ مارشل لاء بلدیاتی انتخاب کرا کر سیاست دانوں کی مخالفت قبول کر رہی ہے اور عام انتخابات کو التواء میں ڈالنا اور جمہوریت کو ذبح کرنے کی سوچ رہی ہے جمعیۃ علماء اسلام حاتلی کے امیر مولانا کلیم اللہ نے ان الفاظ کو دہراتے ہوئے پرزور مطالبہ کیا کہ انتظامیہ کے ایسے نااہل درندہ نما انسانوں کا سخت

سے سخت نوٹس لیا جائے اور عام انتخابات کا حتمی اعلان کرکے فوج کو جلد از جلد بیرکوں میں جانا چاہیئے ورنہ بچا کھچا تقدس پامال ہونے کا خطرہ ہے۔

اجلاس

گذشتہ دنوں جمعیۃ علماء اسلام کا ایک اجلاس زیر صدارت مولوی کرم شاہ منعقد ہوا۔ جس میں بلدیاتی انتخابات کی مذمت کی گئی اس کو انتخابات کی راہ میں ایک رکاوٹ سے تعبیر کیا گیا اور خاص طور پر جنرل ضیاء کے اس بیان پر کہ مجھ سے اگر کوئی پوچھے اٹیمی توانائی کا کام اہم ہے یا انتخابات تو میں اٹیمی توانائی کو ترجیح دوں گا۔ تشویش کا اظہار کیا گیا۔ مولوی عبد اللہ جنگ صاحب نے آخر میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

جو قوانین سیاسی پارٹیوں کے لئے وضع کئے گئے ہیں وہ جمہوریت کی راہ میں حائل کوہ گراں ہیں فوراً ان قوانین کو منسوخ کیا جائے۔

اور حالات سازگار بنا کر مقررہ وقت پر انتخابات کرائے جائیں۔

انتخاب

گذشتہ روز بعد نماز ظہر مدرسہ رحیمیہ حسینیہ کلور کوٹ میں شہری جمعیۃ علماء اسلام کا اجلاس ہوا صدارت حضرت مولانا محمد معصوم صاحب نے فرمائی۔ جمعیۃ کے ناظم اعلیٰ قاری سراج دین صاحب نے جمعیۃ کے اغراض و مقاصد اور طریقۂ انتخاب بوضاحت بیان کئے۔ لبعد ازیں کافی بحث و تمحیص کے بعد متفقہ طور پر مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

امیر:۔ حضرت مولانا محمد معصوم صاحب
نائب امیر اول:۔ حضرت مولانا غلام قادر
نائب امیر دوم:۔ حافظ محمد ذکریا صاحب
ناظم اعلیٰ:۔ جناب قاضی محمود الحسن ایم اے
ناظم مالیات:۔ جناب جلیل احمد رانا صاحب
ناظم عملہ:۔ ۔ ۔ ۔ عاشق علی خان صاحب
سالار:۔ جناب رانا خلیل احمد صاحب

خزانچی:۔ جناب صوفی محمد سلیمان صاحب

بعد از انتخاب متفقہ طور پر ایک قرار داد پاس ہوئی جس میں صدر پاکستان قومی اتحاد کے حضرت مولانا مفتی محمود کے بلدیاتی انتخابات کے بائیکاٹ کے فیصلے پر کاربند رہنے کا فیصلہ کیا گیا۔

تحصیل لکھی ضلع شکارپور

گذشتہ دنوں جمعیۃ علماء اسلام تعلقہ لکھی ضلع شکارپور کا اہم اجلاس مدرسہ عربیہ حزب الابرار چک میں منعقد ہوا۔ جمعیت کے سرگرم کارکنوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ جس میں ایک ممتاز طالب العلوم راہنما جناب دین محمد قریشی صاحب نے بھی شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت کے لئے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مہر کو منتخب کیا گیا۔ جناب حافظ اللہ بخش بلوچ صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے اجلاس کا آغاز ہوا۔

صدر مجلس نے اجلاس کے آداب بتائے اور جمعیۃ کے اغراض و مقاصد و نصب العین اور طریق کار بتائے۔ جناب مولانا عبد الحق صاحب اور مولانا عبد الواحد صاحب نے اجلاس سے اہم خطاب کیا۔ لبعدہٗ متفقہ طور پر انتخاب عمل میں آیا۔

انتخاب

امیر:۔ مولانا عبد الواحد مہر محبوب گوٹھ
نائب امیر اول:۔ مولانا محمد یعقوب مہر صاحب سومرانی شریف
نائب امیر دوم:۔ مولانا عبد الجبار مہر صاحب نورد گوٹھ۔
ناظم عمومی:۔ مولانا عبد الحق کلہوڑہ صاحب رستم۔
ناظم اول:۔ مولانا حزب اللہ منگی صاحب حکیب
ناظم دوم:۔ مولانا ثناء اللہ جتوئی صاحب
خازن:۔ جاجناب دین محمد مہر رستم
سالار:۔ جناب غلام صادق خان مہر رستم

ضروری وضاحت

۲۴ ستمبر کے روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے مولانا درخواستی صاحب مدظلہٗ اور مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ کے مشترکہ تعزیتی بیان کے الفاظ کراچی جنگ کے نمائندہ خصوصی اور اے پی پی لاہور کے نمائندہ کا اختراع ہے اور انہوں نے اپنی طرف سے بیان میں اضافہ اور غلو کیا ہے۔ کیونکہ ہم نے کوئی بیان جاری نہیں کیا۔ جس میں مولانا مودودی کے بارے میں "عظیم مذہبی سکالر یا مفکر" کے الفاظ لکھے گئے ہوں اور نہ ہی اس بیان میں ان کے بارے میں قرآن و سنت میں سند یا اتھارٹی کی حیثیت رکھنے کے الفاظ مندرج ہیں بلکہ سیدھے سادھے لفظوں میں اظہار تعزیت کیا گیا ہے جو بہرحال ناگزیر تھا۔ یہ وضاحت ہم نے اس لئے ضروری سمجھی ہے تاکہ جماعتی ساتھیوں کو اطلاع ہو جائے اور وہ کسی وہم و شبہ میں مبتلا نہ ہوں۔

غلام اکبر سلیمانی مرکزی ناظم جمعیۃ علماء اسلام لاہور۔

تعزیتی اجلاس

مدرسہ عربیہ اسلام جھنگ صدر میں جمعیۃ کے ایک تعزیتی اجلاس میں مولانا شریف اللہ خان صاحب مدرس اعلیٰ جامع مدنیہ لاہور نے جمعیۃ وطنی کے امیر صوفی نصیر صاحب کے بھتیجے غلام باری اور لاہور جمعیۃ طلباء اسلام کے رہنما محمد ادریس کے بھائی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ مرحومین کے متعلقین سے اظہار تعزیت کی گئی۔ اور قرآن خوانی کی گئی ایصال ثواب کیا گیا۔

مبارک باد

جمعیۃ علماء اسلام زون ۱۵ کے امیر حضرت الحاج معین احمد نظامی اور ناظم عمومی جناب شیخ عبد الرحمٰن نے حضرت مولانا عبید اللہ انور

اور قاری نور الحق صاحب قریشی کو جمعیۃ علماء اسلام صوبہ پنجاب کے امیر اور ناظم عمومی منتخب ہونے پر مبارکباد دی ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب جمعیۃ علماء اسلام صوبہ پنجاب کی سب سے بڑی جماعت ہوگی۔

نوجوانوں سے اپیل

اگر آپ شاہ ولی اللہؒ کے انقلابی فلسفے کی بنیاد پر انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلوی کی طرح دین کے غلبے کے لئے جدوجہد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ برطانوی سامراج کے قائم کردہ ظالمانہ معاشی نظام کو ختم کرکے اسلام کے عادلانہ نظام کو قائم کرنا چاہتے ہیں اگر آپ قادیانیوں کیمونسٹوں سی آئی اے کے ایجنٹوں کی سازشوں کو ناکام بنانا چاہتے ہیں

تو

جمعیۃ علماء اسلام کی رضاکار تنظیم انصار الاسلام میں شامل ہوکر اسلامی انقلاب کی منزل کو قریب تر کر دیجئے۔

اپیل کنندہ۔ احمد سعید لدھیانوی
سالار اعلیٰ انصار اسلام صوبہ پنجاب

سانحہ ارتحال

مولانا احمد جان صاحب غزنی خیل کے والد محترم گذشتہ دنوں اپنے گاؤں میں انتقال فرما گئے ادارہ ترجمان اسلام کے کارکن مرحوم کے فرزند جناب احمد جان صاحب سے تعزیت کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت کرے۔

انتخاب (بھوئی گاڑ اٹک)

سرپرست:۔ جمعیۃ طلباء اسلام مہتمم دارالعلوم ربانیہ بھوئی۔
امیر:۔۔۔ حضرت مولانا عبدالحئی مدظلہ
نائب امیر:۔ حافظ عبدالمنان صاحب امام مسجد بھوئی گاڑ۔
ناظم اعلیٰ:۔ حضرت مولانا الحاج حکیم احمد حسن صاحب قریشی۔
نائب ناظم:۔۔۔ جناب قاری محمد امین
ناظم مالیات:۔۔ میاں غلام سرور صاحب
ناظم نشریات:۔ ملک فردوس خان صاحب
کنوینیر طلباء:۔ جناب طالب علم رہنما حسین احمد قریشی۔ صدر جمعیۃ طلباء اسلام بھوئی۔

ضروری اعلان

حکومت کی طرف سے انتخابات کے پروگرام کے اچانک اعلان کی وجہ سے میں نے ضلع قصور، ضلع ساہیوال اور ضلع وہاڑی کا دورہ منسوخ کر دیا ہے۔

صوبائی جمعیت انتخابی مہم کے تحت جو پروگرام مرتب کرے گی اس کے مطابق اضلاع کا دورہ ہوگا۔

احمد سعید لدھیانوی سالار اعلیٰ انصار اسلام پنجاب

سالاروں کے لئے ہدایات

مقامی اور ضلعی سطح کے سالاروں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں فوری طور پر رضاکار تنظیم انصار الاسلام کو منظم کرلیں کیونکہ جمعیۃ اور قومی اتحاد کے جلسے اور جلوسوں کا انتظام کرنا اور مخالفین کی طرف سے گڑبڑ کی کوششوں کو ناکام بنانا یہ آپ کی جماعتی ذمہ داری ہے۔

رضاکار اپنی مکمل وردی تیار کرلیں

شہر اور تحصیل اور ضلعی سطح کے سالار اپنا نام اور مکمل پتہ فی الفور صوبائی دفتر کو ارسال کریں تاکہ رابطہ قائم کرنے میں آسانی رہے۔

احمد سعید لدھیانوی
سالار اعلیٰ انصار الاسلام پنجاب
پتہ:۔ شعبہ انصار الاسلام دفتر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب رنگ محل لاہور۔

ٹھٹھی نصرتی کا اجلاس

جمعیۃ علماء اسلام ٹھٹھی نصرتی کا اجلاس صدر جمعیت کے زیر صدارت بمقام جامع مسجد پچاخیل ہوا۔ جس میں تنظیمی امور اور تبلیغی امور پر غور کیا گیا۔ اس اجلاس میں اکثر کارکنوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں کئی قرار دادیں منظور ہوئیں جن میں اہم قرار دادیں یہ ہیں۔ ۱۔ جمعیت کا یہ اجلاس حکومت کے نظام شریعت کے نفاذ میں سستی پر بڑے افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ ۲۔ اور جمعیۃ کا یہ اجلاس موجودہ مہنگائی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ۳۔ جمعیت کا یہ اجلاس ٹھٹھی نصرتی کے ہسپتال میں عملے کی عدم موجودگی پر حکومت سے احتجاج کرتا ہے حالانکہ اس ہسپتال کو تعمیر ہوئے چھ سال گزر گئے ہیں لیکن ابھی تک اس میں ڈاکٹر مہیا نہیں کیا گیا ہے۔ ۴۔ جمعیۃ کا یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ ٹھٹھی نصرتی میں بجلی کی ہر وقت آنکھ مچولی کی سخت مذمت کرتا ہے خصوصاً نماز کے اوقات میں بجلی نہ ہونے کو سراسر ظلم قرار دیتا ہے۔ ۵۔ جمعیۃ کا یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ ٹھٹھی نصرتی سے شاہ سلیم تک کے سڑک کو فوری طور پر پختہ کیا جائے۔ ۶۔ ٹھٹھی نصرتی میں منظور شدہ ٹیوب ویلوں کو فوری طور پر نصب کیا جائے۔

ضروری وضاحت

۶ ستمبر بروز جمعرات کو علماء کی کونسل کا انتخاب روزنامہ مشرق میں شائع ہوا جس میں مجھے (اللہ داد صدیقی امیر جمعیۃ شاہدرہ) کو علماء کونسل لاہور کا ناظم مقرر کیا گیا ہے حالانکہ مجھے اس کا علم تک نہیں ہے نہ اس علماء کونسل سے میرا کبھی تعلق رہا ہے اور نہ ہے لہذا یہ خبر غلط اور من گھڑت ہے۔

ایڈیٹر کے نام......

ریکروٹنگ ایجنسیوں کی دھاندلیاں

گذارش ہے کہ یہاں دوبئی میں رہنے والے پاکستانیوں کے کچھ مسائل اپنے موقر جریدے میں جگہ دے کر ارباب اقتدار تک پہنچائیں۔ تاکہ میرے ملک کے ارباب اقتدار بھی ان پردیسیوں کی حالت زار پر توجہ فرمائیں جو اپنے گھر سے دور اپنے گھر والوں کے اخراجات کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کو زرمبادلہ بھی بھیجتے ہیں۔ حکومت زرمبادلہ کی طرف تو توجہ دیتی ہے مگر ان غریب اور بے بس لوگوں کے مسائل کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتی۔ جن حالات سے یہ لوگ دوچار ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل عرض کئے دیتا ہوں پاکستان میں بے روزگاری عام ہونے کے سبب جب آدمی بیرون ملک آنے کی کوشش کرتا ہے تو بیرون ممالک بھیجنے والی کسی ایجنسی یا ایجنٹ کے پاس جاتا ہے۔ جن کے ریٹ اتنے اونچے ہوتے ہیں۔ کہ آدمی برداشت نہیں کر سکتا مگر گھریلو حالات سے اتنا مجبور ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی ایجنسی والوں کو آٹھ دس ہزار روپیہ دینے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کو بیرون ملک میں ماہانہ تنخواہ -/3000 روپے پاکستانی بتائی جاتی ہے۔ یہ تنخواہ کسی ٹریڈ مین کی نہیں۔ ایک لیبر مزدور کی ہے اور جو کسی ٹریڈ مین آنا چاہتا ہے اس کو تو اس سے بھی زیادہ تنخواہ بتائی جاتی ہے اور اس کے علاوہ ازیں اوور ٹائم بھی بتایا جاتا ہے کہ روزانہ دو گھنٹے اوور ٹائم بھی لگتا ہے جو کہ ایک گھنٹہ کا ڈیڑھ گھنٹہ ملتا ہے۔ آدمی ایجنسی والوں کو آٹھ۔ دس ہزار روپے قرض اٹھا کر بھی دے دیتا ہے۔ اور سوچتا یہ ہے کہ ایک دو ماہ ہی میں قرض اتار دوں گا۔ لیکن وہ ایجنسی والوں کو بمعہ اپنے کاغذات کے ایڈوانس روپے دینے کے بعد چھ سات ماہ تک تو وہیں ان کے گھر کے چکر لگاتا رہتا ہے۔ تو پھر کہیں جا کر اس کو یہ کہا جاتا ہے کہ اچھا -100 روپے اور دو ہم تمہیں اس گروپ میں بھیج دیتے ہیں۔ تو اس طرح ان چھ سات ماہ میں اس کا جو تھوڑا بہت کاروبار ہوتا ہے۔ وہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور کوڑی کوڑی کا محتاج اور تنگ ہو جاتا ہے مگر باہر کے شوق میں اتنا دیوانہ ہو جاتا ہے کہ وہ پانچ سو روپے اور قرض اٹھا کر دے دیتا ہے اس کو کہا جاتا ہے کہ فلاں تاریخ کو آ کر اپنا ایگریمنٹ فارم اور ٹکٹ لے جانا۔ تو وہ شخص اس تاریخ کو جاتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے کہ اچھا فلاں تاریخ کو تیار ہو کر فلاں ائیرپورٹ پر پہنچ جانا۔ تمہارا ایگریمنٹ فارم اور ٹکٹ تمہیں وہیں ملے گا تو وہ آدمی تیار ہو کر ائیرپورٹ پر پہنچتا ہے تو عین فلائیٹ کے وقت اس کو اس کا ٹکٹ اور ایگریمنٹ فارم دے دیا جاتا ہے۔ تو وہ شخص خوشی اور غمی کے ملے جلے جذبات لے کر بیرون ملک پہنچ جاتا ہے۔ تو یہاں آ کر وہ اپنا ایگریمنٹ کسی سے پڑھاتا ہے یا خود پڑھتا ہے تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ اس کا ریٹ مندرجہ ذیل نقشہ کے مطابق ہوتا ہے۔

نام ٹریڈ	ریٹ	ماہانہ تنخواہ درہم	پاکستانی روپوں میں
لیبر	17 درہم	442 درہم	1100 روپے تقریباً
ہیلپر	22 "	572 "	1450 " "
ٹریڈ مین	26 "	476 "	1690 " "

اسی تنخواہ میں سے اس نے اپنے اخراجات بھی پورے کرنے ہیں۔ جس میں روٹی اور رہائش کا خرچ شامل ہیں۔ کیونکہ روٹی اور رہائش کا خرچ اصل تنخواہ سے 300 درہم کاٹ کر باقی مندرجہ بالا تنخواہ آدمی کو اس کے ٹریڈ کے حساب سے دی جاتی ہے۔ تو آدمی یہ پڑھ کر حساب لگا کر جب نتیجہ پر پہنچتا ہے تو پھر پچھتاتا ہے۔ مگر اب وہ واپس بھی نہیں جا سکتا۔ کیونکہ جو کچھ اس کے پاس تھا۔ وہ تو وہ ایجنسی والوں کو دے آتا ہے جس کے ملنے کی تو امید ہی نہیں ہوتی۔ تو پھر سوچتا ہے کہ جو دے کر آیا ہوں وہی کما لوں۔ تو صرف ان پیسوں کو کمانے کے لئے بھی ایک مزدور کم از کم یہاں پر دو سال کام کرے تو پھر کہیں جا کر اس کی وہ رقم پوری ہوتی ہے جو وہ لگا کر آتا ہے مگر چھ سات ماہ ہی کے بعد اس کی ڈیوٹی ختم کر دی جاتی ہے۔ اور بہانہ یہ کیا جاتا ہے۔ کہ کام ختم ہو گیا ہے اور پھر اس کو واپس اپنے ملک جانے کے لئے کہا جاتا ہے۔ تو وہ آدمی کمپنی سے باہر ہاتھ پاؤں مارتا ہے کہ کہیں کام مل جائے۔ تو وہ کم از کم اپنے وہ پیسے ہی پورے کر لوں۔ جو دے کر آیا ہوں اگر کسی شخص کو کام مل جائے تو وہ غیر قانونی طور پر رہ جاتا ہے اور اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ تو ایسے غیر قانونی طور پر کام کرنے والے یہاں پر سیکٹروں پاکستانی موجود ہیں کہ جن کا پاسپورٹ کسی کمپنی میں ہے مگر وہ کام کسی اور جگہ کرتا ہے۔ جس کے پاس وہ کام کرتا ہے وہ بھی اس کی مجبوری سے ہر قسم کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور ہر قسم کا کام اس سے کراتا رہتا ہے اور بعض کو تو اس کی مزدوری کا معاوضہ تک بھی نہیں ملتا۔ اس معاوضے کو حاصل کرنے کے لئے وہ کوئی قانونی چارہ جوئی نہیں کر سکتا کیونکہ غیر قانونی رہنے کی حیثیت سے اس کی کہیں بھی کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ تو پھر اسے روٹی کے لالے پڑ جاتے ہیں اور در بدر پھرتا ہے وہ واپس بھی نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اس کا پاسپورٹ تو اس کمپنی کے پاس ہوتا ہے جس کے پاس وہ پہلے آیا ہوتا ہے جب وہ پاسپورٹ لینے کے لئے جاتا ہے تو اس کو پولیس کے حوالے کیا جاتا ہے یا کہیں کام کرتے ہوئے یا گھومتے ہوئے پکڑا جائے تو پولیس والے اس کو عدالت میں لے جاتے ہیں تو اس کو وہاں سے کچھ سزا اور جرمانہ ہوتا ہے تو وہ شخص قرض اٹھا کر جرمانہ اور اپنی ٹکٹ کا بندوبست کرتا ہے اس طرح وہ واپس اپنے ملک آ جاتا ہے۔ اگر ارباب اقتدار میں سے کوئی صاحب یہ زحمت گوارہ کرے اور دوبئی میں جبل علی سیاٹر سائٹ میں آئے تو میں ایسے ہزاروں دردمند پاکستانیوں سے ان کی ملاقات کرا سکتا ہوں جو مندرجہ بالا حالات سے دوچار ہیں اور اگر وہ وہیں بیٹھ کر مندرجہ ذیل باتوں کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو میں ایک ایجنسی کا نام دے سکتا ہوں جو آج بھی چھ

طلبہ اسلام دشمن عناصر کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا جواب دینے کیلئے اسلام کا گہرا مطالعہ کریں

ندیم اقبال اعوان

نظماءِ نشریات اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں

طارق مسعود

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے ناظم عمومی جناب ندیم اقبال اعوان نے جمعیۃ طلباء اسلام کے ساتھیوں کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ وہ اسلام دشمن عناصر کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا جواب دینے کے لیے اسلام کا گہرا مطالعہ کریں

تاکہ ان کے پروپیگنڈے کے اثرات کو زائل کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام دشمن عناصر اسلام کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانے میں اپنی پوری صلاحیتیں استعمال کر رہے ہیں۔ ان حالات میں طلبہ اپنی ذمہ داریاں نہ سنبھالتے ہوئے اسلام کے عادلانہ نظام اور اس کی حقانیت سے بے خبر رہے تو اس ملک میں لادین نظاموں کو قدم جمانے کا موقع مل جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ لادینیت کے علم برداروں کی بھرپور کوشش ہے کہ اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلا کر لادین ازموں کے لیے راہ ہموار کی جائے اور اپنے ان مذموم منصوبوں کی تکمیل کے لیے وہ طلبہ کو استعمال کر رہے ہیں طلبہ کو چاہیے کہ وہ اسلام کا گہرا مطالعہ کریں اور ان کے عزائم سے باخبر رہیں۔

نظماءِ نشریات!

- جمعیۃ طلبہ اسلام کی سرگرمیوں کی رپورٹیں اور پروگرام سے متعلق بیانات کو اخبارات اور رسائل میں شائع کروانے کی بھرپور کوشش کریں۔
- جو بیانات اخبارات میں شائع ہوں ان کے تراشے ہر ماہ مرکزی دفتر ارسال کریں۔
- مرکز کی طرف سے چھپے ہوئے لٹریچر کو زیادہ سے زیادہ ساتھیوں کو پڑھائیں "کراچی سے خیبر تک" جمعیۃ طلبہ اسلام کے تعارفی اشتہارات کالجوں سکولوں اور یونیورسٹیوں کی دیواروں پر چسپاں کریں۔
- جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے شعبہ نشر و اشاعت کی جانب سے سٹکرز (پٹیاں) جن پر مختلف نعرے لکھے ہیں عنقریب چھپ کر منظر عام پر آ رہے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ طلب کریں۔
- جمعیۃ طلبہ اسلام کی ہر سطح کے بیت المال سے مخصوص فنڈ نشر و اشاعت کے لیے مختص کریں۔
- کوئی چیز بھی آپ مرکز کی اجازت کے بغیر نہ چھپوائیں اور چھپوانے کے لیے مسودہ کی منظوری مرکزی صدر سے ضروری ہے۔
- دفتر سے لٹریچر کا آرڈر بک کرواتے وقت قیمت ضرور ارسال کیا کریں ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔

طارق مسعود ناظم نشر و اشاعت جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان

ڈاکٹر نذیر احمد بھنوار کا دورہ بلوچستان

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان صوبہ سندھ کے صدر جناب ڈاکٹر نذیر احمد بھنوار نے ۱۷ سے ۲۲ ستمبر تک صوبہ بلوچستان کا دورہ کیا۔ جہاں انہوں نے بولان میڈیکل کالج اور بلوچستان یونیورسٹی میں طلبہ سے ملاقاتیں کیں اور جمعیۃ طلباء اسلام کے پروگرام سے طلبہ کو آگاہ کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے بلوچستان جمعیۃ کے اجلاس کی صدارت کی۔ اور پروگرام کے مطابق کوئٹہ میں مختلف مقامات پر اجتماعات سے خطاب کیا۔

اِنا للہ وانا الیہِ راجعون

جمعیۃ طلبہ اسلام کراچی کے سابق صدر جناب الطاف حسین کے والد محترم گذشتہ دنوں دار فانی سے رخصت ہوگئے جمعیۃ طلبہ اسلام کے قائمقام مرکزی صدر جناب نور احمد سندھی اور ناظم عمومی جناب ندیم اقبال اعوان جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کے صدر جناب نذیر احمد بھنوار اور دیگر راہنماؤں نے مرحوم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر و جمیل عطا فرمائے۔